ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
46
www.tanzeem.org
6 تا 12 ربیع الاوّل 1438ھ/6 تا 12 دسمبر 2016ء

اس شمارے میں

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

حقیقی منزل کے راستے کے تین سنگ میل

......جاگ ذرا

فکرِ آخرت (نظم)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور تنظیم اسلامی

ایثار

نماز ایک عظیم عبادت

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع 2016ء کی مختصر روداد

مغفرت طلب کرو؟

﴿وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝﴾ (ھود:90)

''اور مغفرت طلب کرو اپنے رب سے، پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف۔ بے شک میرا رب بڑا مہربان (اور) پیار کرنے والا ہے۔''

اپنے بارِ گناہ کو دیکھ کر اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یہ خیال نہ کرو کہ عمر بھر تو اس کی سرکشی کرتے رہے، اب آخر میں کیا خاک مسلمان ہوں گے؟ یہاں مایوسی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر تم اپنے گناہوں پر اظہارِ ندامت کرتے ہوئے مغفرت طلب کرو گے اور آئندہ کے لیے اس کے ساتھ اطاعت و انقیاد کا پیانِ وفا باندھو گے تو تمہیں اللہ تعالیٰ اپنے دامنِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اس کی مغفرت کا ایک چھینٹا تمہاری عمر بھر کی غلطیوں اور نادانیوں کے لیے کافی ہوگا۔ کیونکہ میرا رب جس کی رحمت واسعہ کی میں تم کو خوشخبری دے رہا ہوں، جس کی بارگاہ عزت میں حاضر ہونے کی میں تمہیں ترغیب دے رہا ہوں، جس کے دامنِ کرم میں سر چھپانے کی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔ اس کی رحمت بے پایاں ہے۔ اس کا بحرِ کرم بیکراں ہے۔ اس کی عنایات کا بادل جب برستا ہے تو ہر چیز کو سیراب کر دیتا ہے اور نہ صرف یہ کہ اس کی رحمت بے پایاں ہے بلکہ زمین و آسمان کا واحد مالک ہونے کے باوجود وہ اپنے بندوں سے نفرت نہیں کرتا اور انہیں نظرِ حقارت سے نہیں دیکھتا بلکہ محبت فرماتا ہے اور جب کوئی روسیاہ شکستہ دل ہو کر اس کے حضور میں حاضر ہوتا ہے تو اسے بے پایاں مسرت ہوتی ہے۔ میں تمہیں ایسے رحیم اور ودود کے دربار میں باریابی بخشنے کے لیے اتنا بے چین و بے قرار ہوں۔

تفسیر ضیاء القرآن (جلد دوم)
پیر محمد کرم شاہ الازہری

دو دریاؤں کے سنگم پر مچھلی کا زندہ ہو جانا

سُورۃُ الکَھف | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 61تا 63

فَلَمَّا بَلَغَا مَجۡمَعَ بَیۡنِهِمَا نَسِیَا حُوۡتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیۡلَهٗ فِی الۡبَحۡرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا
قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۫ لَقَدۡ لَقِیۡنَا مِنۡ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اَرَءَیۡتَ اِذۡ
اَوَیۡنَاۤ اِلَی الصَّخۡرَةِ فَاِنِّیۡ نَسِیۡتُ الۡحُوۡتَ ۫ وَمَاۤ اَنۡسٰنِیۡهُ اِلَّا الشَّیۡطٰنُ اَنۡ اَذۡکُرَهٗ ۚ
وَاتَّخَذَ سَبِیۡلَهٗ فِی الۡبَحۡرِ ٭ۖ عَجَبًا ﴿٦٣﴾

آیت ۶۱ ﴿فَلَمَّا بَلَغَا مَجۡمَعَ بَیۡنِهِمَا﴾ ’’پھر جب وہ دونوں پہنچ گئے دو دریاؤں کے ملنے کے مقام پر‘‘

﴿نَسِیَا حُوۡتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیۡلَهٗ فِی الۡبَحۡرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾﴾ ’’تو وہ اپنی مچھلی کو بھول گئے اور اس (مچھلی) نے اپنا راستہ بنا لیا تھا دریا میں سرنگ کی طرح۔‘‘

یہ بھنی ہوئی مچھلی تھی جس کو وہ کھانے کی غرض سے اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ اس مچھلی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانی بنایا گیا تھا اور انہیں ہدایت کی گئی تھی کہ جس مقام پر یہ مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے گی اسی جگہ مطلوبہ شخصیت سے ان کی ملاقات ہوگی۔ چنانچہ مجمع البحرین کے قریب پہنچ کر وہ مچھلی زندہ ہو کر ان کے توشہ دان سے باہر آئی اور اُس نے سرنگ سی بنا کر دریا میں اپنی راہ لی۔ اس منظر کو حضرت یوشع بن نون نے دیکھا بھی مگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کرنا بھول گئے۔

آیت ۶۲ ﴿فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۫ لَقَدۡ لَقِیۡنَا مِنۡ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾﴾ ’’پھر جب وہ دونوں (وہاں سے) آگے نکل گئے تو موسیٰؑ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اب ہمارا ناشتہ لے آؤ‘ اپنے اس سفر سے تو ہمیں بہت تکان ہو گئی ہے۔‘‘

یہاں مفسرین نے ایک بہت اہم نکتہ بیان کیا ہے کہ آپؑ کو تھکاوٹ اس وجہ سے محسوس ہوئی کہ آپؑ مطلوبہ مقام سے آگے نکل گئے تھے۔ ورنہ اس مقام تک پہنچنے میں آپؑ کو کسی قسم کی تھکاوٹ کا احساس نہیں ہوا تھا۔

آیت ۶۳ ﴿قَالَ اَرَءَیۡتَ اِذۡ اَوَیۡنَاۤ اِلَی الصَّخۡرَةِ فَاِنِّیۡ نَسِیۡتُ الۡحُوۡتَ ۫﴾ ’’اُس (نوجوان) نے کہا: دیکھئے‘ جب ہم ٹھہرے تھے چٹان کے پاس تو میں بھول گیا مچھلی کو (نگاہ میں رکھنا)‘‘

﴿وَمَاۤ اَنۡسٰنِیۡهُ اِلَّا الشَّیۡطٰنُ اَنۡ اَذۡکُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِیۡلَهٗ فِی الۡبَحۡرِ ٭ۖ عَجَبًا ﴿٦٣﴾﴾ ’’اور نہیں مجھے بھلائے رکھا مگر شیطان نے کہ میں (آپؑ سے) اس کا ذکر کروں‘ اور اُس نے تو بنا لیا تھا اپنا راستہ دریا میں عجیب طرح سے۔‘‘

یعنی اس جگہ وہ مچھلی زندہ ہو کر عجیب طریقے سے دریا میں چلی گئی تھی۔

فرمان نبوی

بات کی اہمیت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم :

((اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا یُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا یُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَهْوِیْ بِهَا فِیْ جَهَنَّمَ)) (صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک آدمی (بعض اوقات) ایسی بات کرتا ہے، جس سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ (اور متکلم) اس بات کی شان کو نہیں جانتا۔ (یعنی معمولی سمجھتا ہے۔ پر) اللہ تعالیٰ اس بات کے سبب اس کو بڑے مرتبے عطا کرتا ہے۔ اور بے شک آدمی (بعض اوقات) ایسی بات کرتا ہے جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ (اور متکلم) اس بات کو کچھ اہمیت نہیں دیتا۔ (معمولی جانتا ہے۔ لیکن) اسی ایک بات پر دوزخ میں جا گرتا ہے۔‘‘

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

اللہ ربّ العزت کی خلاقی کا اعلیٰ ترین شاہکار کون ہے؟ حسنِ خلقؔ کی انتہا کون ہے؟ بندگی کی معراج پر کون ہے؟ کائنات میں بے مثل کون ہے؟ حکمت اور دانائی کے بلند ترین مقام پر کون فائز تھا؟ کس کی رسائی وہاں تک ہوئی جہاں پہ فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں؟ آدم وحوا کی اولاد میں سے وہ واحد ہستی کون سی ہے جس کا اٹھنا بیٹھنا' چلنا پھرنا' کھانا پینا' سونا جاگنا' دیکھنا سننا' رہنا سہنا اور پہننا اتارنا تاریخ نے مقدس امانت کے طور پر محفوظ کرلیا؟ وہ کون ہے جس کی تجارت دیانت کی علامت تھی؟ وہ کون سی ہستی تھی جس کی امانت داری کی قسم اُس کی جان کے دشمن بھی کھاتے تھے؟ غریب کی پشت پناہی' یتیم کی سرپرستی' بچوں سے شفقت' بڑوں کی عزت واحترام' بیمار کی تیمارداری میں کون انسانوں میں سرفہرست ہے؟ عورتوں کے حقوق اور غلاموں سے اچھے سلوک کا دنیا میں مبلغ اعظم کون ہے؟ عہد نبھانا' وعدہ وفا کرنا دنیا کو کس نے سکھایا؟ وہ کون سی ہستی ہے جس کی زبان پر صرف حق جاری ہوتا اور جس سے صرف عدل کا صدور ہوتا؟ کسے جدید دور کے محققین نے تاریخ کا دھارا موڑ دینے والوں میں سے سرفہرست قرار دیا' یعنی عظیم ترین انقلابی تسلیم کیا؟ ایک مسلمان کے لیے اِس پرچہ سوالات کا جواب دینا آسان ترین کام ہے' جس کے لیے ایک لمحہ بھی سوچ بچار کی ضرورت نہیں۔ یقیناً یہ وہی ہستی ہے جس پر کائنات کے خالق و مالک نے خود درود وسلام بھیجا!----لیکن مقامِ افسوس ہے کہ محبت کے تقریری اور تحریری دعووں کے باوجود اِس مقدس ترین ہستی کے فرمودات پر عمل اور اُس کی سنت کی پیروی آج مسلمان کے لیے مشکل ترین کام بن گیا ہے۔ کمالِ مہربانی سے ماہ ربیع الاوّل حضورﷺ کو الاٹ کر دیا گیا ہے' جب نعت بھی ہوگی' آپؐ کے اوصافِ حمیدہ کا چرچا بھی ہوگا' لیکن فرد اور معاشرہ کی سطح پر کوئی عملی تبدیلی رونما نہیں ہوگی۔

12 ربیع الاوّل پہلے بارہ وفات کہلاتی تھی' پھر عید میلاد النبیؐ بن گئی۔ لیکن ہم اِس بحث میں نہیں الجھتے کہ آپﷺ کی حقیقی تاریخ پیدائش یہی ہے یا نہیں! مؤرخین کی اکثریت ربیع الاوّل کی مختلف تاریخیں بتاتی ہے۔ بعض محققین ربیع الاوّل کے علاوہ دوسرے مہینوں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ ہم پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ روزِ قیامت کسی مسلمان سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ بتاؤ ہم نے کس ماہ اور کس دن اپنے محبوب کو دنیا میں بھیجا تھا اور تم نے اُس روز جشن منایا تھا یا نہیں؟ آپ کی ولادت کا جشن منانے والوں کی خدمتِ عالیہ میں عرض ہے کہ وہ امتِ مسلمہ کے نوجوانوں کو یہ بھی بتائیں کہ یومِ طائف آپؐ پر کیا گزری تھی؟ حرم شریف میں حالتِ سجدہ میں آپ کے سر مبارک پر اونٹ کی اوجڑی رکھ دی گئی تھی۔ آپؐ اپنے قبیلہ سمیت شعبِ ابی طالب میں تین سال قید رہے اور معاشی بائیکاٹ کا سامنا کیا' جس کے دوران آپؐ اور اہل قبیلہ درختوں کے پتے چباتے اور سوکھے ہوئے چمڑے اُبال کر اُس کا پانی پیتے رہے تاکہ جان وجسم کا رشتہ برقرار رکھا جاسکے۔ غزوۂ اُحد میں دندانِ مبارک بھی شہید ہوئے۔ لیکن اِس سب کچھ کے باوجود آپؐ اپنے مقدس مشن سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہ ہوئے۔ اِسی طرح لالچ اور ترغیب کے تمام ہتھکنڈوں کے جواب میں فرمایا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج بھی رکھ دو تب بھی

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

6 تا 12 ربیع الاوّل 1438ھ — جلد 25
6 تا 12 دسمبر 2016ء — شمارہ 46

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

احکاماتِ خداوندی سے سرِ مو انحراف نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ پر درود بھیجنا کہ یہ سنت اللہ ہے اور آپؐ کے اوصاف اور محاسن کا ذکر کرنا یقیناً عبادت ہے‘ لیکن اس کے باوجود آپؐ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے سے گریز کرنا اور سنتِ نبویؐ کو اپنانے سے راہِ فرار اختیار کرنا کھلی منافقت ہے اور اللہ ربّ العزت کو منافقت سے شدید نفرت ہے۔ اسی لیے اُس نے جہنم کی بدترین وادی کو منافقوں کا ٹھکانا بنایا ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع کا غور سے مطالعہ کریں۔ حضور ﷺ نے جہاں اپنے فرضِ منصبی کی ادائیگی کا گواہ مسلمانوں کے انبوہِ کثیر کو بنایا وہاں امت کو یہ ذمہ داری بھی سونپی کہ وہ اس دعوت کو دنیا بھر میں پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔ ہم غور کرنے کی تکلیف گوارا کریں تو بڑی آسانی سے اِس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ اُمتِ مسلمہ آج ذلت و رسوائی سے کیوں دوچار ہے‘ دشمن کا خوف ہمارے اذہان و قلوب پر کیوں مسلط ہے اور شکست اور ہزیمت ہمارا مقدر کیوں ٹھہر گیا ہے؟ اس لیے کہ محسنِ انسانیت ﷺ سے ہماری زبانی محبت‘ اطاعت کی آمیزش نہیں رکھتی۔ نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت اللہ کی کبریائی کو دنیا میں کارفرما کرنا اور اُس نظامِ عدل و قسط کو قائم کرنا تھا جس کے بنیادی اصول و قواعد اللہ ربّ العزت نے اپنی آخری کتاب میں نازل کر دیے تھے۔ پھر یہ کہ اُمتِ مسلمہ کو اُمتِ وسط قرار دیا تھا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اِس کا بنیادی فریضہ بتایا گیا تھا۔ لیکن یہ قوم دوسروں کو معروف کا حکم کیا دیتی اور منکر کے راستے کا پتھر کیا بنتی‘ وہ خود مصنوعی روشنیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے۔

حیرت اس بات پر ہے اور سوال یہ ہے کہ جس اُمت کے قائد نے اپنے پیروکاروں کو نجی اور اجتماعی زندگی کے یہ تمام اَسرار و رموز سکھا‘ سمجھا اور پڑھا دیے ہوں اُس نبی ﷺ کے اُمتی یعنی مسلمان آج ذلت و نکبت سے لبریز زندگی گزارنے پر کیوں مجبور ہیں؟ ہم ذلیل و خوار کیوں ہیں؟ ہماری دعائیں کیوں نہیں قبول ہوتیں؟ دشمن کے دلوں سے ہماری ہیبت کیوں جاتی رہی ہے؟ دشمنانِ اسلام ہم پر حاوی کیوں ہیں؟ ہم پر خوف اور بھوک کا عذاب کیوں مسلط ہے؟ ہم اگر آپ ﷺ کی تعلیمات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اس ذلت و رسوائی کی صرف اور صرف وجہ یہ ہے کہ ہم محسنِ انسانیت ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کو ترک کر چکے ہیں۔ ہم یا تو سیکولرازم کی راہ اختیار کر کے دین سے لاتعلق ہو گئے یا مذہب کی ایسی جزئیات میں اُلجھ کر رہ گئے جن کا انسان کی دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم نعت گوئی پر سر بہت دھنتے ہیں‘ لیکن حضور ﷺ کی دیانت‘ امانت اور راست گوئی سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہم حضور ﷺ کی غریب پروری پر بہت تقریریں کرتے ہیں‘ لیکن ہمارا معاشرہ ظلم و ستم کے حوالے سے بے مثل ہے۔ راہِ حق پر چلتے ہوئے جو مصائب حضور ﷺ نے جھیلے اُن کا ہم ذکر بھی کم کرتے ہیں۔

ہم اگر نبی آخرالزماں ﷺ کی مبارک زندگی پر انتہائی سنجیدگی سے غور کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ آپؐ صرف آخری نبی اور رسول ہی نہ تھے‘ بلکہ اللہ ربّ العزت نے آپؐ پر اپنے پسندیدہ دین اسلام کی تکمیل بھی کر دی‘ لہٰذا اب دین کا کسی نہ کسی خطۂ زمین پر نافذ اور قائم ہونا اس کا منطقی تقاضا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء و رُسل علیہم السلام اسی دین کے تکمیلی مراحل کو کسی نہ کسی انداز میں آگے بڑھاتے رہے۔ اگرچہ انہیں شریعت یا لائحہ عمل مختلف دیے گئے لیکن دین سب کا ایک تھا‘ مشن سب کا ایک تھا‘ یعنی انسانوں پر انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ کے اُس دین کو بالفعل نافذ کیا جائے۔ حضور ﷺ سے پہلے یہ کام بہت سی وجوہات کی بنا پر انجام تک پہنچایا نہ جا سکا‘ حالانکہ مختلف قوموں کو انبیاء و رُسل نے لاجواب کر دینے والے معجزے دکھائے جبکہ آپ ﷺ کا کمال یہ تھا اور یہ کمال لاجواب اور بے مثل تھا کہ آپؐ کے پاس نہ عصائے موسیٰؑ تھا کہ کسی دریا کے سینے کو چیر دیتے‘ یا وہ اژدھا بن کر وقت کے سانپوں کو نگل لیتا‘ نہ آپ ﷺ پر اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر آسمان سے خوان اُترا‘ نہ آپؐ نے قریش کو قائل کرنے کے لیے مردے زندہ کر کے دکھائے‘ نہ آپؐ کے لیے آگ کو گلستان میں تبدیل کیا گیا‘ بلکہ جب آپؐ پر سنگ باری ہوئی تو جسمِ اطہر لہولہان ہوا‘ جنگ میں دندانِ مبارک شہید ہوئے‘ یہاں تک کہ جادو کا اثر بھی ہوا۔ لیکن آپ ﷺ نے اللہ کے دین کی دعوت کا کام دن رات جاری رکھا اور خالصتاً انسانی سطح پر کوشش اور جدوجہد سے دینِ حق کو جزیرہ نمائے عرب میں غالب اور نافذ کرنے کا محیر العقول کارنامہ سرانجام دیا۔ یعنی جس دین کی دعوت دی‘ جس کی تبلیغ کی اُسے ایک حقیقت کا روپ دے کر دنیا کو دکھا بھی دیا۔

آخرت میں سرخرو ہونے کے لیے اور دنیا میں عزت و وقار کا مقام حاصل کرنے کے لیے ہمیں سیرتِ نبوی سے روشنی حاصل کرنی ہوگی اور صحابہؓ کے کردار کا جائزہ لینا ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے یوم پیدائش پر جشن تو نہیں مناتے تھے‘ لیکن جہاں حضور ﷺ کا پسینہ گرتا تھا وہاں صحابہؓ کا خون گرتا تھا۔ آپؐ کے اشارۂ ابرو پر جان کی بازی لگانے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مکہ کی بے آب و گیاہ زمین کے یہ مکین قیصر و کسریٰ پر حاوی ہو گئے۔ ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار پکڑ کر وہ بحر و بر کو روندتے چلے گئے۔ صحرا‘ جنگل اور پہاڑ کوئی ان کے راستے میں حائل نہ ہو سکا‘ حالانکہ ہماری طرح اُن کے بھی دو ہاتھ دو پاؤں تھے‘ لیکن اُن کے قلوب قرآن کی دولت سے مزین تھے‘ اُن کے سامنے نبی مکرم ﷺ کی سیرت تھی اور سنتِ رسولؐ اُن کا ہتھیار تھا۔ آج بھی ہمارے مسائل کا واحد حل یہ ہے کہ ہم اپنے قول و فعل کا تضاد دور کریں۔ ہماری زبانیں اگر حضور ﷺ کی نعت گوئی سے تر ہوں تو ہمارے افعال ارشادِ نبویؐ کے مطابق ہوں۔ ہم سنتِ رسولؐ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیں اور صرف ماہ ربیع الاوّل ہی نہیں ہر دن ہر شب کی نسبت حضور ﷺ سے جوڑ دیں۔ کسی صورت اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو اور کبھی سنتِ رسولؐ کا دامن ہمارے ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ ہماری زندگیاں اس بات کی گواہ ہوں کہ ؏ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!!

☆☆☆

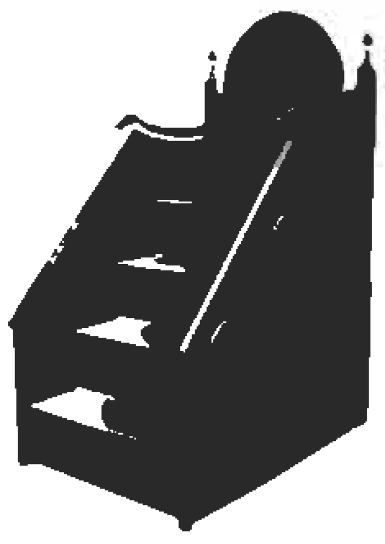

حقیقی منزل کے راستے کے تین سنگ میل

سورۃ الیل کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ کے 18 نومبر 2016ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

قارئین محترم! سلسلہ وار مطالعۂ قرآن مجید کے ضمن میں سورۃ الشمس کے بعد سورۃ الّیل آج ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ یہ دونوں سورتیں ایک جوڑے کی شکل میں ہیں اور دونوں کا موضوع بھی ایک ہی ہے۔ دونوں کے آغاز میں ان چیزوں کی قسمیں کھائی گئیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اس کے بعد انسانی نفس کی دو متضاد خصوصیات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ انسانی نفس میں برائی کی طرف رجحان بھی موجود ہے اور اس کے ساتھ اللہ نے انسان میں شعور بھی ودیعت کیا ہے۔ اس طرح ہر انسان ہر وقت ایک دوراہے پر کھڑا ہوتا ہے جہاں اسے دو میں سے کسی ایک راستے کا انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سورت میں تین اوصاف ایسے بیان ہوئے ہیں جن کو اختیار کرنے کی وجہ سے منزل آسان ہو جاتی ہے اور تین خصائل ایسے بیان ہوئے ہیں جو انسان کو اصل منزل سے دور ایک المناک انجام کی طرف لے جاتے ہیں۔

﴿وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ①﴾ ''قسم ہے رات کی جب وہ ڈھانپ لیتی ہے۔''

﴿وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ②﴾ ''اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہوجاتا ہے۔''

دن اور رات ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن باہم مل کر دنیا کے نظام میں ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ دنیا میں انسانی اور حیوانی زندگی کا دارومدار اسی گردش لیل ونہار پر ہے۔

﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰٓى ③﴾ ''اور (قسم ہے) اُس کی جو اُس نے پیدا کیے نر اور مادہ۔''

نر اور مادہ بھی باہم متضاد ہیں لیکن دونوں مل کر فطرت کے تقاضوں کی تکمیل کرتے ہیں۔ اگر جنس کا یہ تضاد نہ ہوتو دنیا میں حیات ناپید ہوجائے۔

﴿اِنَّ سَعۡيَكُمۡ لَشَتّٰى ④﴾ ''بے شک تمہاری کوشش الگ الگ ہے۔''

یہی وہ اہم حقیقت ہے جس کو واضح کرنے کے لیے اضداد کی قسمیں کھائی گئیں کہ جس طرح دن اور رات اور مذکر و مونث باہم متضاد چیزیں ہیں لیکن مل کر فطرت کے مقاصد کو پورا کر رہی ہیں۔ اسی طرح انسانی نفس میں بھی ایک طرف اللہ نے خیر اور شر کی پہچان رکھ دی ہے اور دوسری طرف اس میں نفس امارہ بھی ہے جو انسان کو سرکشی، بغاوت، برائی پر اُکساتا ہے اور ان دونوں چیزوں سے دنیا میں انسان کی آزمائش کی جارہی ہے۔ یہ دونوں چیزیں مل کر انسانی زندگی کا رُخ متعین کرتی ہیں، انسان کی شخصیت، کردار اور اخلاق کی بناوٹ یا بگاڑ، حتمی کامیابی یا دائمی ناکامی کا دارومدار انہی دو چیزوں پر ہے اور اسی بناء پر ہر انسان اپنی کوشش و محنت کرتا ہے۔ اس کوشش، محنت اور جدوجہد کے نتائج البتہ مختلف ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بڑے خوبصورت انداز میں اس حقیقت کو واضح فرمایا: ((كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا)) ''ہر شخص روزانہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اپنی جان کا سودا کرتا ہے، پھر یا تو وہ اسے آزاد کرا لیتا ہے یا اسے تباہ کر بیٹھتا ہے''

مرتب: ابو ابراھیم

ہر شخص اپنا وقت، اپنی صلاحیتیں، اپنی مہارتیں کسی نہ کسی کام میں لگا رہا ہے۔ ایک وہ ہے جو آسمانی ہدایت کی پیروی میں صحیح رُخ پر محنت کر رہا ہے۔ وہ حرام کاموں، جھوٹ، فریب اور ناجائز سے بچ رہا ہے، ظلم، ناانصافی اور شرک سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے اور سارے دن کی اس محنت اور کوشش کے بعد شام کو جب وہ لوٹتا ہے تو گویا جنت کا پروانہ اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور ایک وہ شخص ہے جو سارے دن کی محنت اور کوشش سے یعنی غیر شرعی اور حرام کاموں میں ملوث ہونے کی وجہ سے خود اپنے اوپر جہنم کو واجب کر لیتا ہے۔ ان دونوں کرداروں کے تین تین مختلف اوصاف اور خصائل کی وضاحت آگے آرہی ہے۔

﴿فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰى وَاتَّقٰى ⑤﴾ ''تو جس نے عطا کیا اور تقویٰ اختیار کیا۔''

جس شخص میں یہ تین اوصاف ہوں گے جن کا ذکر پہلے ہو رہا ہے وہ کامیاب ہے۔ ان میں پہلا وصف ہے لوگوں پر اپنا مال خرچ کرنا۔ اگر کوئی شخص کہ جس کو اللہ نے مال زیادہ دیا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ معاشرے میں غریب، مسکین، یتیم اور محتاج لوگ ہیں، ضرورت مند ہیں اور اس میں اتنا حوصلہ ہے کہ وہ اپنا مال ان کی ضروریات کو پوری کرنے کے خرچ کرتا ہے تو وہ گویا اصل کامیابی کے پہلے زینے پر قدم رکھ چکا ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نیکی کر کے انسان کو جو خوشی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ تو دوسروں کو پریشانی، مشکل میں دیکھ کر ان کی مدد کر سکنا ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو صحیح ٹریک پر لے جانے کے لیے بڑا اہم رول ادا کرتا ہے۔

فلاح کے راستے کا دوسرا وصف ہے تقویٰ اختیار

کرنا۔انسانی نفس میں جہاں سرکشی اور بغاوت کے رجحانات موجود ہیں وہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو خیر اور شر کی پہچان کا علم اور شعور بھی فطری طور پر ودیعت کیا ہوا ہے۔انسان کا ضمیر اُسے ہر ناجائز کام پر جھنجھوڑتا ہے۔ پھر اس علم کی بھرپور وضاحت نبیوں اور رسولوں کے ذریعے بھی کر دی گئی ہے۔اسلام اس حوالے سے ایک مکمل دین ہے جو زندگی کے ہر ایک گوشہ کے لیے مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے۔چنانچہ اپنے ضمیر کی روشنی میں اور اس فطری دین کے تقاضوں کے مطابق اپنے ہر عمل اور ہر کوشش کا رُخ متعین کرنا تقویٰ ہے۔

﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝﴾ ''اور اس نے تصدیق کی اچھی بات کی۔''

جس انسان کی کوشش ہو کہ وہ خیر اور بھلائی کے راستے پر چلے گا تو اس کا ایک وصف یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ حق بات کی تصدیق میں کسی تعصب یا مفاد کو آڑے نہیں آنے دیتا۔ دوسرے لفظوں میں حق بات کی تصدیق نہ کرنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ شخص سیدھے راستے کا متلاشی نہیں ہے۔ جیسا کہ ابوجہل کے حوالے سے ایک واقعہ کا ذکر حدیث کی کتابوں میں ہے کہ اس سے کسی نے پوچھا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ محمد (ﷺ) جھوٹ بول رہے ہیں؟ اس نے کہا: ہرگز نہیں۔ وہ کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمارا اور بنو ہاشم کا آپس میں ہمیشہ مقابلہ رہا ہے۔اگر آج ہم نے ان کی نبوت کو تسلیم کر لیا تو ہم ہمیشہ کے لیے ان کے نیچے لگ جائیں گے۔ چنانچہ ابوجہل اور قریش کے دوسرے سرداران کو یہی تعصب حق بات کی تصدیق سے روک رہا تھا۔ ورنہ وہ بھی جانتے تھے کہ محمد ﷺ جو کچھ پیش کر رہے ہیں وہ قطعی طور پر انسانی کاوش نہیں ہو سکتی۔تو گویا حق بات کی تصدیق نہ کرنا بھی خیر اور بھلائی کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔جس نے اس رکاوٹ کو بھی عبور کر لیا تو گویا اس نے اپنی کوششوں کا دائرہ کار صحیح رُخ پر مزید بڑھا لیا۔ یہ تیسرا وصف ہے۔ جو شخص ان تین اوصاف کو اپنا لے تو:

﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝﴾ ''تو اس کو ہم رفتہ رفتہ آسان منزل (جنت) تک پہنچا دیں گے۔''

جنت کا حقدار بننے والوں میں سب سے اوپر انبیاء کا طبقہ ہے پھر صدیقین ہیں، پھر شہداء ہیں اور پھر صالحین ہیں۔ظاہر بات ہے کہ نبوت کا دروازہ تو بند ہو چکا۔اس کے بعد اعلیٰ ترین مقام جو ہر شخص اپنی محنت اور کوشش سے حاصل کر سکتا ہے وہ صدیقیت ہے۔جس کے لیے متذکرہ بالا تینوں اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔یعنی (1) وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا ہو، (2) ہر گناہ اور برائی سے بچنے والا ہو اور (3) حق بات کی تصدیق میں کسی بھی تعصب اور مفاد کو آڑے نہ آنے دے۔اس لحاظ سے صدیقیت کے کامل ترین مقام پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔جن کی گواہی خود اللہ کے رسول ﷺ نے دی ہے کہ میں نے جس شخص کے سامنے بھی اسلام کی دعوت پیش کی ہے اس نے کچھ نہ کچھ توقف کیا ہے، سوچنے کے لیے کچھ وقت لیا ہے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ جیسے ہی میں نے ان کے سامنے دعوت رکھی اسی لمحے انہوں نے اسے قبول کر لیا۔ تو صدیقیت کے یہ تین اوصاف جس میں ہوں ظاہر ہے کہ اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

﴿وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ﴾ ''اور جس نے بخل کیا''

خیر کے راستے پر چلنے والے کے برعکس متضاد راستے پر چلنے والا بخل سے کام لیتا ہے کیونکہ اس کی نظر اصل منزل یعنی آخرت کی کامیاب زندگی پر نہیں بلکہ صرف

پریس ریلیز 2 دسمبر 2016ء

سندھ اسمبلی میں پاس ہونے والے قوانین کہ 18 سال سے کم عمر کا غیر مسلم اسلام کے دائرے میں داخل نہیں ہو سکتا اور بڑی عمر کے غیر مسلم کے مسلمان ہونے کو 21 دن تک قبول نہ کرنا مضحکہ خیز ہے

ہمارا مقتدر طبقہ غیر مسلموں کو خوش کرنے کے لیے تمام حدود سے تجاوز کر رہا ہے

حافظ عاکف سعید

تبدیلیٔ مذہب کے لیے عمر کی قید کسی سیکولر ملک میں بھی نہیں لگائی گئی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔اُنہوں نے کہا کہ ایک ایسی ریاست جس کی بنیاد کلمہ طیبہ پر رکھی گئی تھی اُس میں غیر مسلموں کے مسلمان ہونے پر پابندی لگانا شریعت اور ملکی آئین کی رو سے جرم ہے۔اُنہوں نے کہا کہ ہمارے آئین کا آغاز اِن الفاظ سے ہوتا ہے کہ ریاست کا مذہب اسلام ہوگا۔اور قراردادِ مقاصد پاکستان کے آئین کا حصہ ہے۔لہٰذا سندھ اسمبلی میں پاس ہونے والا قانون کہ 18 سال سے کم عمر کا غیر مسلم اسلام کے دائرے میں داخل نہیں ہو سکتا۔ آئین اور شریعت سے متصادم قانون ہے۔اُنہوں نے کہا کہ کسی بڑی عمر کے غیر مسلم کے مسلمان ہونے کو سرکاری طور پر 21 دن تک قبول نہ کرنا بھی ناقابل فہم اور مضحکہ خیز ہے۔قانون کی یہ شق نومسلم کے عزیز و اقارب کو یہ موقع فراہم کرے گی کہ اُسے ڈرا دھمکا کر واپس اپنے مذہب میں لایا جائے یعنی مرتد کر لیا جائے۔اُنہوں نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن پاک کسی کو زبردستی مسلمان کرنے کی اجازت نہیں دیتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ اپنی اسی کتاب میں اسلام کو اپنا پسندیدہ دین قرار دیتا ہے۔اور حضور ﷺ لوگوں کو یہ کہہ کر اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں کہ اے لوگو! تم جہنم کے کنارے کھڑے اُس میں گرا چاہتے تھے اور میں تمہارے کپڑے کھینچ کر تمہیں دوزخ سے بچا رہا ہوں۔اور خطبہ حجۃ الوداع میں تبلیغ اسلام کا فریضہ امت کو سونپتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اللہ کا پسندیدہ دین اسلام پہنچ جائے۔اُنہوں نے کہا کہ ہمارا مقتدر طبقہ غیر مسلموں کو خوش کرنے کے لیے تمام حدود سے تجاوز کر رہا ہے اور یہ دین متین سے کھلی بغاوت ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین! (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

دنیا کے حصول پر ہوتی ہے اور اسی کے لیے وہ تگ و دو کرتا ہے۔ اس کی بھرپور کوشش ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں زیادہ سے زیادہ مال و دولت اور اسباب جمع کر لے۔ اس کی یہی سوچ دنیا میں اس کی اصل آزمائش میں ناکامی کا سبب بن جاتی ہے اور وہ غریبوں، ضرورت مندوں اور محتاجوں پر خرچ کرنے کی بجائے دونوں ہاتھوں سے دنیا کو لوٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ چاہے اس کوشش میں کسی کا حق غصب ہو یا کسی پر ظلم ہو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

﴿وَاسْتَغْنٰى ۸﴾ ”اور بے پروائی اختیار کی۔“

خیر کے راستے پر چلنے والے کا دوسرا وصف تقویٰ اختیار کرنا ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس متضاد راستے پر چلنے والا دنیا کی دوڑ میں ہر طرح کی لاپرواہی اختیار کرتا ہے۔ یہاں تک حلال و حرام، جائز اور ناجائز کی تمیز بھی ختم ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے ضمیر کی آواز سنتا ہے نہ آسمانی ہدایت کو خاطر میں لاتا ہے۔

﴿وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۹﴾ ”اور جھٹلا دیا اچھی بات کو۔“

وہ جانتا ہے کہ حق بات کیا ہے لیکن اس کے باوجود اپنے دنیوی مفادات کی خاطر اس کو نہ صرف اس کو جھٹلا دیتا ہے بلکہ جانتے بوجھتے اس کی بھرپور مخالفت بھی کرتا ہے۔ جیسے سرداران قریش یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ ﷺ کا دین برحق ہے لیکن محض اپنے مفادات کی خاطر اسے ٹھکرا رہے تھے۔

﴿فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۱۰﴾ ”تو اس کو ہم رفتہ رفتہ مشکل منزل (جہنم) تک پہنچا دیں گے۔“

اس راستے پر چلنے والوں کے لیے دنیا میں تو شاید آسانیاں ہوں لیکن بالآخر ان کا سامنا گھمبیر مشکلات سے ہی ہوگا جن سے چھٹکارا ہمیشہ کے لیے ناممکن ہو جائے گا۔

﴿وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۱۱﴾ ”اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہیں آئے گا جب وہ (جہنم کے) گڑھے میں گرے گا۔“

جس مال کو کمانے اور بڑھانے کے لیے اس نے بخل کیا، انسانیت اور دین سے لاپرواہی برتی اور ہر جائز بات اور نصیحت کو بھی جھٹلایا وہ سب مال اس کے کسی کام نہیں آئے گا بلکہ جہنم کے گڑھے میں یہی مال تو اس کے اوپر لاد دیا جائے گا۔

﴿اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۱۲﴾ ”(دیکھو انسانو!) یقیناً ہمارے ذمے ہے ہدایت پہنچا دینا۔“

اللہ نے انسان کے اندر فطری طور پر خیر اور شر کی پہچان رکھ دی ہے اور اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہدایت اور راہنمائی کا مکمل نصاب بھی فراہم کر دیا ہے۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ دنیا کی امتحان گاہ میں کیا کارگزاری سرانجام دیتا ہے۔

﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۱۳﴾ ”اور ہمارے ہی لیے ہے اختیار آخرت کا بھی اور دنیا کا بھی۔“

دنیا اور آخرت کا کل کنٹرول اللہ کا ہی ہے۔ اس وقت بھی اگر انسان کو دنیا میں کچھ اختیار حاصل ہے تو وہ امتحاناً اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔ وہ جب چاہے رسی کھینچ لے۔

﴿فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۱۴﴾ ”دیکھو! میں نے تمہیں خبردار کر دیا ہے بھڑکتی ہوئی آگ سے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے اس دردناک انجام سے خبردار کر دیا ہے جو خیر اور نیکی کے برعکس راستہ اختیار کرنے کی صورت میں ہو سکتا ہے۔

﴿لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ۱۵﴾ ”نہیں پڑے گا اس میں مگر وہ جو انتہائی بدبخت ہے۔“

اللہ نے ہر طرح سے انسان کو آگاہ اور خبردار کر دیا ہے۔ انسان کے اندر بھی نیکی اور بدی کا شعور رکھ دیا ہے اور اپنے پیغمبروں کے ذریعے بھی ہر انجام سے آگاہ کر دیا ہے، اس کے باوجود اگر کوئی دنیا کے عارضی فائدوں کے لیے اپنی دائمی زندگی کو دردناک عذاب سے دوچار کرتا ہے تو اس سے بڑا بدبخت کون ہوگا۔

﴿الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۱۶﴾ ”جس نے جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔“

یہ بدبخت وہی ہو سکتا ہے جو حق بات ثابت ہو جانے کے بعد بھی اس سے منہ پھیر لے اور یہاں خاص طور پر سرداران قریش کا ذکر ہو رہا ہے۔

﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۱۷﴾ ”اور بچا لیا جائے گا اس سے جو انتہائی متقی ہے۔“

اس آیت کے بارے میں تقریباً تمام مفسرین متفق ہیں کہ اس کے مصداق حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہیں۔ کیونکہ قبل ازیں آیت 5 اور 6 میں جن تین اوصاف کا ذکر ہوا ہے وہ اس اُمت کی جس شخصیت میں بتمام و کمال نظر آتے ہیں وہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی ذات ہے۔ تاہم ان اوصاف کے مالک ہر شخص کے لیے یہی خوشخبری ہے۔

﴿الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۱۸﴾ ”جو اپنا مال دیتا ہے اپنے (نفس) کو پاک کرنے کے لیے۔“

ہر وہ شخص جو جانتا ہے کہ مال کی محبت خیر کے راستے پر چلنے میں بڑی رکاوٹ ہے تو وہ اپنے نفس کو مال کی محبت سے پاک کرنے کے لیے کھلے دل سے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے۔ ایسے خوش نصیب لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا مقام سب سے اوپر ہے۔

﴿وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۱۹﴾ ”اور اس کے ذمے کسی کا احسان نہیں جس کا وہ بدلہ چکا رہا ہو۔“

اس آیت میں بھی حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا ہی تذکرہ ہو رہا ہے کہ جنہوں نے حضرت بلال ؓ سمیت سات غلاموں کو اپنا ذاتی مال خرچ کر کے آزاد کرایا اور پھر ان سے کوئی طمع نہیں رکھی نہ کبھی احسان جتلایا کیونکہ ان کا مقصد صرف رب کی رضا کا حصول تھا۔

﴿اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۲۰﴾ ”بلکہ (وہ تو خرچ کر رہا ہے) صرف اپنے بلند و برتر پروردگار کی رضا جوئی کے لیے۔“

﴿وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۲۱﴾ ”اور وہ عنقریب راضی ہو جائے گا۔“

یعنی بغیر کوئی بدلہ چاہے اور احسان جتائے جو محض اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر خرچ کر رہا ہے تو اس خلوص نیت کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ضرور اس سے راضی ہو جائے گا اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں اتنا کچھ عطا کرے گا کہ وہ بھی خوش ہو جائے گا۔ ان آیت میں خاص طور پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہاں یہ اہم نکتہ بھی نوٹ کر لیجیے کہ معنوی اعتبار سے اس آیت کا اگلی سورت (سورۃ الضحیٰ) کی آیت 5 کے ساتھ خصوصی ربط و تعلق ہے جس کی وضاحت سورۃ الضحیٰ کے مطالعہ کے دوران کی جائے گی۔

بہرحال ان آیات میں انسان کی کامیابی اور ناکامی کے معیار اور اوصاف کی واضح طور پر نشاندہی کر دی گئی ہے۔ جو انسان اپنی سیرت و شخصیت کی بنیاد پہلے تین اوصاف (بحوالہ آیت 5 اور 6) پر رکھے گا وہ ان شاء اللہ کامیابی سے ہمکنار ہوگا اور جو آخری تین اوصاف (بحوالہ آیت 8 اور 9) کا انتخاب کرے گا وہ بدترین خلائق قرار پائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں محنت اور کوشش کے لیے خیر اور بھلائی کو فوکس کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

جاگ ذرا......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

بھارتی جارحیت پوری شد و مد سے جاری ہے۔ اب تک سیز فائر کی سنگین خلاف ورزیوں میں 10 خواتین سمیت 38 افراد شہید ہو چکے، 108 زخمی ہوئے، 77 گھر تباہ۔ تا آنکہ اب مسافر بس اور ایمبولینس تک کو براہ راست نشانہ بنایا گیا۔ بھارتی ڈپٹی ہائی کمشنر دفتر خارجہ بار بار بلائے جاتے ہیں۔ دیرینہ دوست اور اتحادی امریکہ منہ موڑے تجاہل وتغافل سے کام لے رہا ہے۔ بلکہ شاید مودی کو ڈومور کی ہلا شیری بھی مل رہی ہو۔ بھارتی جارحیت کا مقابلہ کس جذبے کے ساتھ ہوگا؟ اس کی کیا تیاری ہے ہمارے پاس؟ یقیناً جوابی کارروائی بھی ہو رہی ہے۔ بیانات سے بھی دھمکایا، دہلایا جا رہا ہے۔ تاہم بہ حیثیت قوم اور بھی بہت کچھ درکار ہے۔ فوری عمل یہ دیکھنے میں آیا کہ وفاقی کابینہ نے ارکان پارلیمنٹ کی تنخواہوں میں 150 فیصد اضافہ کر دیا۔ (پنشنرز کے لیے سالانہ اضافہ کل 10 فیصد ہوتا ہے!) اب ہم یقیناً دشمن کا سامنا زیادہ قوت سے کر سکیں گے۔ سیاست دانوں کا مسئلہ یہ بھی تو ہے کہ انہیں پاکستان کے حقیقی دارالخلافوں......لندن اور دبئی جانا پڑتا ہے۔ پلاننگ تو گورے آقاؤں کے صحنوں ہی میں بہتر ہو سکتی ہے یا شیخوں کے زیر سایہ...... رنج لیڈر کو بہت ہیں......کے مصداق لاکھوں کی مرہم فی کس فی مہینہ انہیں لگا دی جائے تو کارکردگی میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ عوام کی سطح پر مورال بلند کرنے، دشمن کے مقابل صف آرا ہونے کے لیے قوتِ متحرکہ (Driving Force) کیا ہوگی۔

پاکستان کی مٹی کے اجزائے ترکیبی مختلف ہیں۔ نہ یہ ملک قومیت کی بنیاد پر بنا تھا، نہ ہی قومیت میں اتنا دم خم ہے کہ وہ یک جان ہو کر سیسہ پلائی دیوار بنا کھڑی کرے۔ بلوچستان اپنی قوم پرستی میں پہلے ہی باعث تشویش ہے۔ ملک بنانے والوں نے تصور پاکستان میں روح تو یہ پھونکی تھی کہ...... بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے، اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ﷺ ہے۔ نیز اقبال نے یہ بھی کہا: اصل اہمیت ایمان، اس کی تہذیب اور اس کی روایات کو حاصل ہے۔ اور میری نظر میں یہی اقدار اس قابل ہیں کہ انسان ان کے لیے زندہ رہے اور ان ہی کے لیے مرے۔ نہ زمین کے اس ٹکڑے کے لیے جس سے اس کی روح کو کچھ عارضی ربط پیدا ہو گیا ہے۔ (خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس 1933ء)

پاکستان کے جسدِ خاکی کی روح میں لا الٰہ الا اللہ پیوست ہے، جو اس کی اقدار اور تہذیب کو تشخص عطا کرتا ہے۔ 16 سال سے اسے نکال پھینکنے کی کوششیں شد و مد سے جاری ہیں۔ پرویز مشرف کے ہاتھوں بانگِ دہل اور اب مسمی صورتیں بنائے، اندر خانے وہی پالیسیاں جوں کی توں جاری ہیں۔ سوفٹ امیج بھرے نچنیے، گویے کیا پاکستان کا دفاع کریں گے؟ ہمی نے تو کہا تھا کہ...... جنگ کھیڈ نئی ہوندی زنانیاں دی......! کہنا تو وہی پڑے گا...... اے مرد مجاہد جاگ ذرا، اب وقتِ شہادت ہے آیا...... اللہ اکبر اللہ اکبر......! مگر اس ترانے سے تو دہشت گردی کی بو آتی ہے۔ مجاہد تو دہشت گرد کو کہتے ہیں! شہادت کی اصطلاح بھی متنازع بنا دی گئی ہے۔ امریکہ کو تو شدید دورہ پڑ جاتا ہے۔ تکبیر تو یوں بھی شیطان پر بہت بھاری ہوتی ہے۔ شیطان بزرگ ہو یا خرد یا خورد برد! امریکہ تو کب سے تڑپ تڑپ کر ہمارے نصابوں کو برا بھلا کہہ رہا ہے کہ اس میں اسلامی عقیدے کا عنصر بہت زیادہ ہے۔

ذرا نظام تعلیم اور اس کے نصابوں کا حال تو ملاحظہ ہو! یہ نظام ہمارے آقائے ولی نعمت لارڈ میکالے ہی کا تیار کردہ ہے جو سرتاسر گورے کے غلام گھڑنے کی فیکٹریاں لگانے کا نہایت مجرب حربہ تھا۔ دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے، کے فارمولے کو بروئے کار لایا گیا۔ نیل پوسٹ مین نے لکھا تھا کہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں برطانوی کسی ملک پر حملہ کرنے کے لیے پہلے اپنی بحری طاقت، پھر عام فوج بھیجتے اور آخر میں اپنا تعلیمی نظام نافذ کرتے۔ روشن خیال سکالرز (Scholars for Dollars) کے ذریعے اپنا ایجنڈا نافذ کرتے تھے۔ سو ہم تو پہلے ہی گورے کے بنائے نصابوں کے ہاتھوں بے جہت نسلیں قطار اندر قطار کھڑی کر چکے۔ اب جبکہ امریکہ بھی انہی روایات کے مطابق افغانستان اور عراق میں نظام تعلیم، نصاب ہائے تعلیم لاگو کر چکا، لگے ہاتھوں 16 سال سے ہمارے بھی درپے ہے۔ حالانکہ اب جو راکھ وہ کرید رہے ہیں نجانے کس جستجو میں چھوٹے بچوں کی نصابی کتب سے لے کر اوپر تک گلوبل ویلیج کی بے خدا تہذیب رگ و پے میں اتاری جا رہی ہے۔

تاریخ، قرآن، حدیث تو ہم نے بھی اپنی 18 سالہ تعلیم کے دوران سونگھی ہی تھی، حالانکہ اس دور میں حالات اتنے ابتر نہ تھے۔ اب تو نرسری سے ہی کتے، خنزیر، برتھ ڈے، کرسمس، گلوبل کلچر کے تمام لوازم کتب میں پورے جوبن پر ہیں۔ اسلامی سکولوں میں بھی (فخریہ!) لکھ کر لگایا ہوتا ہے۔ یہاں آکسفورڈ، کیمبرج کا نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ ہم بار ہا لکھ چکے کہ اس کے ہمراہ رقص، موسیقی کا اضافہ بھی ہو چکا۔ اس کے باوجود ایک پاکستانی (امریکی تعاون یافتہ) این جی او پیس اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے نصاب کھنگال کر خردبین لگا لگا کر اور دانت پیس پیس کر امریکہ کو ہمارے مذہبی تنگ نظری پیدا کرنے والے نصابوں کی شکایت لگائی ہے۔ (دی نیوز۔ 22 نومبر، انصار عباسی) سو اپریل 2016ء میں امریکی کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی نے مزید چھان پھٹک کا فرمان صادر کیا ہے۔

انہیں شکوہ ہے کہ محمد بن قاسمؒ کی سندھ کی فتح اور سلطان محمود غزنویؒ کے 17 حملے نصابی کتب میں فخریہ کیوں شامل کیے جاتے ہیں؟ برصغیر کی تہذیب کا آغاز ان دو واقعات سے کیوں کیا جاتا ہے؟ آرٹ فنِ تعمیر اور کلچر کیوں نہیں؟ یعنی شمشیر و سناں اول کی بات کیوں؟ بھانڈ میراثی گویے نچنیے کیوں نہیں؟ سو اگر ہم یہ دو معتوبین مغرب و قوم مودی نکال باہر کریں......تو پھر آپ بھی اپنے نصابوں سے اپنے قائدین کو نکال دیں۔ یعنی جارج واشنگٹن، جیفرسن، بنجمن فرینکلن آپ کے ہاں کیوں پڑھائے جائیں؟ مذہبی آزادی کے پرچار میں گلوبل چودھری یورپ امریکہ میں مسلمانوں، مساجد، عورتوں پر حملوں کے ضمن میں بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔ اٹلی میں نقاب اوڑھنے پر مسلم خواتین 30 ہزار یورو جرمانہ ادا کریں؟ آپ کو نقاب حجاب پر تکلیف ہوتی ہے کیونکہ یہ آپ کی تہذیب کے منافی ہے؟ لباس پر اتنا پیسہ خرچ کرنا کہ وہ تن بدن ڈھانپ لے، آپ کے تن بدن میں آگ لگا دیتا ہے۔ اس بارے کیا ارشاد

ہے کہ جو آپ کے ہاں سے بڑی بڑی عہدیدار خواتین ہماری اقدار کے عین برخلاف ہمارے ایوانوں میں برہنہ ٹانگوں، بازوؤں کے ساتھ ایک شرمناک منظر تخلیق کرنے کا سبب بنتی ہیں۔ ہماری اقدار کرچی کرچی ہو جاتی ہیں۔ یہ خواتین ہمارے ہاں کے بالباس مہذب مرد وزن کے بیچ کم از کم ایک لاکھ یورو جرمانے کی سزاوار تو ہونی چاہئیں...... لیکن ہم صبر کرتے ہیں۔نظریں چرا جانے پر اکتفا کرتے ہیں۔

مذہبی آزادی اقلیتوں کے حقوق کے سارے افسانے ہمی کو پڑھائے جائیں گے؟ کیا برما میں مظلوم ترین اقلیت روہنگیا مسلمانوں کی مذہبی آزادی کا اتنا ہی غم امریکہ کو ہے؟ اور یہ Peace بھری NGO پہلے Peace کے ہجے تو درست کر لے! مسلمانوں کے لیے پیس کے ہجے Piece کیے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو مذہبی آزادی کے نام پر زندگی کی قید ہی سے آزاد کر دیا جاتا ہے۔ٹکڑے ٹکڑے کر کے، لاشوں لوتھڑوں میں تبدیل کر کے......! ان کی رپورٹ میں (جو انہوں نے امریکی فاؤنڈیشن کے تھانے میں جا جمع کروائی ہے) یہ بھی اعتراض ہے کہ بھارت کے ساتھ تصادم کو مذہبی حوالوں سے کیوں بیان کیا جاتا ہے۔ اسلام کو واحد دینِ حق کیوں پڑھایا جاتا ہے! انہی سے پوچھیے کہ بھارت کے پھینکے گل اور ثمر کے ہاتھوں 38 پاکستانیوں کے جاں بحق ہونے کو ہم کیا کہیں؟ کفر کے ہاتھوں شہید ہونے والوں کو آنجہانی کہیں (خدانخواستہ!)؟ اسلام ان (پاکستانی رمسلمان این جی او......!) کے نزدیک دین حق نہیں تو کیا خنزیروں، کتوں کا منہ چومنے اور 50 تا 65 فیصد حرام بچے پیدا کرنے والے ان کے ممدوح معاشرے برحق ہیں......؟

اس اطمینان کا اظہار رپورٹ میں ہے کہ پنجاب اور خیبر میں مذکورہ (اسلامی تشخص کی موہوم رمق والا) مواد نصابوں سے نکال دیا گیا ہے۔ (چلیے امریکہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں تو دونوں متخاصم جماعتیں ایک پیج پر ہو گئیں!) سندھ، بلوچستان میں کام باقی ہے۔ اس پر بھی تسلی رہے کہ مراد علی شاہ ثقافتی کثافتی وزیراعلیٰ ہیں سو انہوں نے رقص و موسیقی کو جاری کرنے اور رکھنے کے عزم کا پُرزور اظہار فرما دیا ہے...... فرمایا انتہا پسندوں (اسلام پسندوں!) کا ایجنڈا لاگو نہیں ہونے دیں گے۔ سکہ رائج الوقت اب تو ٹرمپی انتہا پسندی ہے! رہے ہم......تو......

ہر طرف ہے اب عاجزی ہم میں

❁❁❁

فکرِ آخرت کے بارے میں عربی نظم

اِذَا مَا قَالَ لِی رَبِّی اَمَا اسْتَحْیَیْتَ تَعْصِیْنِیْ
وَتُخْفِیْ الذَّنْبَ عَنْ خَلْقِیْ وَبِالْعِصْیَانِ تَاْتِیْنِیْ

جب میرا رب مجھ سے پوچھے گا کیا میری نافرمانی کرتے ہوئے تمہیں حیا نہ آئی؟
کیا تم میری مخلوق سے اپنے گناہ چھپاتے تھے اور نافرمانی کر کے میرے پاس آئے ہو؟

فَکَیْفَ اُجِیْبُ یَاوَیْحِیْ وَمَنْ ذَا سَوْفَ یَحْمِیْنِیْ
اُسَلِّیْ النَّفْسَ بِالْاَعْمَالِ مِنْ حِیْنٍ اِلٰی حِیْنِیْ

پھر کیسے جواب دوں گا؟ ہائے افسوس مجھ پر! اور کون مجھے بچائے گا؟
میں وقتاً فوقتاً اپنے دل کو بعض اعمال کے ساتھ تسلی دیتا ہوں۔

وَاَنْسٰی مَا وَرَاءَ الْمَوْتِ مَاذَا بَعْدُ تَکْفِیْنِیْ
کَاَنِّیْ قَدْ ضَمِنْتُ الْعَیْشَ لَیْسَ الْمَوْتُ یَاْتِیْنِیْ

اور میں بھول جاتا ہوں کہ موت کے بعد کیا پیش آنے والا ہے۔ میرے دفنانے کے بعد کیا ہونے والا ہے؟
گویا کہ مجھے زندگی کی ضمانت دی گئی اور موت مجھے آنی ہی نہیں۔

وَجَائَتْ سَکْرَۃُ الْمَوْتِ الشَّدِیْدَۃُ مَنْ سَیَحْمِیْنِیْ
نَظَرْتُ اِلَی الْوُجُوْہِ اَلَیْسَ مِنْھُمْ مَنْ سَیَفْدِیْنِیْ

اور جب موت کی شدید ترین بے ہوشی آ پہنچی تو کون مجھے بچائے گا۔
میں نے لوگوں کے چہروں کی طرف دیکھا۔ کیا ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو مجھے چھڑائے گا؟

سَاُسْاَلُ مَا الَّذِیْ قَدَّمْتُ فِیْ دُنْیَایَ یُنْجِیْنِیْ
فَکَیْفُ اِجَابَتِیْ مِنْ بَعْدُ مَا فَرَّطْتُ فِیْ دِیْنِیْ

عنقریب مجھ سے سوال کیا جائے گا میں نے اپنی دنیا میں آگے کیا بھیجا جو مجھے نجات دے۔
اس سوال کا میں کیسے جواب دوں گا جبکہ میں نے اپنے دین میں کوتاہی کی۔

وَیَاوَیْحِیْ اَلَمْ اَسْمَعْ کَلَامَ اللّٰہِ یَدْعُوْنِیْ
اَلَمْ اَسْمَعْ بِمَا قَدْ جَاءَ فِیْ قَافٍ وَیٰسِیْنِیْ

اور افسوس مجھ پر! کیا میں نے اللہ کا کلام نہ سنا جو مجھے اپنی طرف بلاتا تھا!
کیا میں نے نہیں سنا جو ”(سورۃ) ق“ اور ”یاسین“ میں کہا گیا؟

اَلَمْ اَسْمَعْ بِیَوْمِ الْحَشْرِ یَوْمَ الْجَمْعِ وَالدِّیْنِیْ
اَلَمْ اَسْمَعْ مُنَادِیْ الْمَوْتِ یَدْعُوْنِیْ یُنَادِیْنِیْ

کیا میں نے حشر کے دن کے بارے میں نہیں سنا جو لوگوں کے اکٹھے کرنے اور جزا و سزا کا دن ہے
کیا میں نے موت کے منادی کو نہیں سنا جو مجھے پکارتا اور آواز دیتا ہے؟

فَیَارَبَّاہُ عَبْدٌ تَائِبٌ مَنْ ذَا سَیُؤْوِیْنِیْ
سِوٰی رَبٍّ غَفُوْرٍ وَاسِعٍ لِلْحَقِّ یَھْدِیْنِیْ

اے میرے رب! یہ تیری بارگاہ میں ایک توبہ کرنے والا بندہ ہے۔ کون ہے جو مجھے پناہ دے؟
سوائے اس رب کے جس کی مغفرت بہت وسیع ہے جو مجھے حق کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

اَتَیْتُ اِلَیْکَ فَارْحَمْنِیْ وَثَقِّلْ فِیْ مَوَازِیْنِیْ
وَخَفِّفْ فِیْ جَزَائِنِیْ اَنْتَ اَرْجٰی مَنْ یُّجَازِیْنِیْ

میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں تو مجھ پر رحم فرما اور میرے میزانوں کو بھاری کر دے۔
اور میرا حساب ہلکا کر دے۔ تو ہی وہ بڑی ذات ہے جس سے امید کی جا سکتی ہے جو مجھے جزا دے گا۔

(ماخوذ: ذیل کتاب الحنابلۃ از ابن رجب)

تنظیم اسلامی کے پیش نظر اسلام کے انقلابی نظریہ نظریۂ توحید کی بنیاد پر ایک ایسا انقلاب لانا ہے جو زندگی کے ہر گوشہ کو بدل کر رکھ دے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کیونکہ دین کو قائم کرنا ہمارا دینی فریضہ ہے: ڈاکٹر عبدالسمیع

جب تک ہم دین کا نظام قائم کر کے دنیا کو نہیں دکھا دیتے ہم اتمام حجت کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے اور نہ ہی مکمل طور پر اللہ کے بندے بن سکتے ہیں: خالد محمود عباسی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ اور تنظیم اسلامی کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں نامور دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: تنظیم اسلامی کیا ہے؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: تنظیم اسلامی ایک انقلابی جماعت ہے جس کی بنیاد محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی۔ انقلابی جماعت سے مراد ایک ایسی جماعت ہے جو معاشرے میں بنیادی تبدیلی لانا چاہتی ہو۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے نظریات کے مطابق انقلاب اس وقت valid ہوتا ہے جب معاشرے میں کم سے کم کسی ایک پہلو سے ضرور تبدیلی آئے۔ مثلاً معاشی نظام میں تبدیلی آئے، عائلی نظام میں یا سیاسی نظام میں تبدیلی آئے تو پھر وہ انقلاب انقلاب کہلانے کا حقدار ہوتا ہے۔ جیسے انقلابِ فرانس میں صرف سیاسی تبدیلی آئی کہ بادشاہت کو جمہوریت سے بدلا گیا اور انقلاب روس میں معاشی میدان میں تبدیلی آئی کہ کیپٹل ازم کو کمیونزم سے تبدیل کیا گیا۔ اسی طرح ڈاکٹر اسرار احمدؒ یہ بھی کہتے تھے کہ انسانی تاریخ کے سب سے بڑے انقلابی نبی اکرم ﷺ تھے آپؐ سیاسی معاشی اور معاشرتی ہر سطح پر مکمل اور بنیادی تبدیلی لائے گویا آپؐ نے سب کچھ بدل کر رکھ دیا۔ حالانکہ اس انقلاب سے پہلے عربوں کی جو حالت تھی اس کا نقشہ مولانا حالی نے یوں کھینچا ہے ؎

کبھی پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
کبھی گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

لیکن یہی قوم انقلاب نبوی ﷺ کے بعد یہ نقشہ پیش کر رہی ہے کہ جنگ قادسیہ میں ایک مسلمان سپاہی زخمی حالت میں پانی مانگتا ہے۔ جب پانی کا مشکیزہ اس کے پاس پہنچتا ہے تو دوسرا زخمی آواز دیتا ہے اور پہلا اس کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ پہلے اُس کو پلاؤ۔ جب دوسرے کے پاس پہنچتا ہے تو تیسرا زخمی آواز دیتا ہے اور دوسرا تیسرے کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ پہلے اس کو پلاؤ۔ پانی والا تیسرے کے پاس پہنچتا ہے تو چوتھا زخمی پانی مانگتا ہے اور تیسرا اُس کو پہلے پلانے کے لیے اشارہ کرتا ہے۔ پانی پلانے والا جب چوتھے کے پاس پہنچتا ہے تو اُس کی روح پرواز کر جاتی ہے۔ وہ بھاگتا ہوا تیسرے کے پاس پہنچتا ہے تو وہ بھی اللہ کے پاس پہنچ چکا ہوتا ہے، اسی طرح دوسرا اور پہلا بھی پانی پہنچنے سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ یہ اس عظیم انقلاب کی برکات تھیں جس نے سب کچھ بدل کر رکھ دیا

مرتب: محمد رفیق چودھری

تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی ایک تحریر میں بڑے خوبصورت الفاظ ہیں کہ ان کی صبحیں بدلیں، شامیں بدلیں، دن بدلے، راتیں بدلیں، مشاغل بدلے، دلچسپیاں بدلیں، ان کی سوچیں بدلیں، ان کے افکار بدلے، یہاں تک کہ ان کے لیے زمین و آسمان بدل گیا۔ یعنی معاشی، سیاسی اور معاشرتی نظام پورے کا پورا بدل گیا۔ ڈاکٹر صاحب کا موقف یہ تھا کہ ایسی تبدیلی آج کل کے دور میں نہیں آسکتی جب تک کہ ایک انقلابی جدوجہد نہ ہو۔ اس انقلابی جدوجہد کا سب سے پہلا مرحلہ انقلابی نظریہ ہے اور ڈاکٹر صاحب کے نزدیک وہ انقلابی نظریہ نظریۂ توحید ہے۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں اور وہی اللہ سب کا خالق ہے تو تمام انسان برابر ہو جاتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کو حاکم مانتے ہیں تو پھر ہم سب اس کے محکوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو رب مانتے ہیں تو ہم سب اس کے بندے ہیں۔ پھر قرآن نے ملکیت کا تصور یہ دیا ہے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کا ہے۔ اس طرح ہماری ملکیت کی نفی ہو جاتی ہے اور اسلام ملکیت کی بجائے امانت کا تصور دیتا ہے۔ لہٰذا اسلام کا انقلابی نظریہ نظریۂ توحید ہے۔ پہلے اس کو عام کیا جائے اور پھر اس کے ساتھ نبی اکرم ﷺ پر ایمان کو راسخ کیا جائے کہ کلمۂ توحید کے دو جز ہیں۔ ان میں سے کسی ایک جز کو بھی نکالا جائے گا تو نہ اسلام رہے گا اور نہ اسلامی نظام آئے گا۔ لہٰذا تنظیم اسلامی کے پیش نظر اسلام کے انقلابی نظریہ کی بنیاد پر ایک ایسا انقلاب لانا ہے جو زندگی کے ہر گوشہ کو بدل کر رکھ دے۔

سوال: تنظیم اسلامی جو تبدیلی لانا چاہتی ہے وہ نظریاتی ہے؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: نظریاتی بھی اور عملی بھی۔ کوئی بھی عمل بغیر بنیاد کے نہیں ہوتا۔ کمیونزم آیا تو اس کے رائٹرز کے پیش کیے گئے نظریہ کو روبہ عمل لایا گیا۔ اسی طرح کا معاملہ انقلاب فرانس کا ہے۔ تنظیم اسلامی بھی ایک مسلمان فرد سے شروع ہوتی ہے اور اس کے لٹریچر کا اگر آپ مطالعہ کریں تو اس میں آپ کو تجدید ایمان، توبہ اور تجدید عہد کا ہی کہا جاتا ہے۔ ساتھ ساتھ انہیں قرآن مجید پڑھایا جاتا ہے۔ جب قرآن مجید اندر اُترتا ہے تو ایک انقلاب انسان کے اندر ضرور برپا کرتا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ قرآن مجید کسی کے اندر اُترے اور انقلاب نہ آئے۔

سوال: تنظیم اسلامی کے قیام کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

خالد محمود عباسی: نبی اکرم ﷺ کے انقلاب کو صرف اپنوں نے ہی نہیں بلکہ غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ لیکن حادثہ یہ ہوا کہ دور خلافت راشدہ کے بعد ایک کاؤنٹر ریولوشن شروع ہوا جس کو حدیث میں ملکاً عاضاً کہا گیا ہے۔ ابن خلدون نے اس کی وضاحت میں لکھا کہ اقتدار کے لیے ایک عصبیت چاہیے ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم کہیں گے کہ پہلے نظریاتی عصبیت تھی جو محمد رسول اللہ ﷺ نے توحید کی بنیاد پر اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ کی صورت میں پیدا کی تھی۔ لیکن اب وہی پرانی نسلی عصبیت آ گئی جو انقلابی نقطۂ نظر سے کاؤنٹر ریولوشنری مومنٹ تھی اور جس نے اُمت مسلمہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر اس اعتبار سے زوال ہی زوال ہی رہا تا آنکہ 20ویں

صدی میں آ کر مغرب میں جو سوشیالوجی کا ارتقاء ہوا تھا اس کو دیکھ کر مسلمانوں میں بھی یہ جذبہ پیدا ہوا کہ ہمارا بھی کوئی نظام ہے یا نہیں ہے؟ تو اس وقت مسلمانوں کی مختلف تحریکیں اُٹھیں اور ان میں برصغیر پاک و ہند میں جماعت اسلامی مشہور ہوئی۔ ان تحریکوں نے بتایا کہ اسلام صرف عبادات کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام تو ہمارے پورے نظام حیات پر محیط ہے۔ زندگی کا کوئی گوشہ اس سے باہر نہیں ہے۔ ہم انہیں احیائی تحریکیں کہیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی آنکھ انہی میں سے ایک تحریک جماعت اسلامی کی گود میں کھولی۔ پھر اگرچہ اختلاف کی بناء پر اس سے الگ ہو گئے لیکن ان کے اندر یہ احیائی نظریہ گہرا اُتر چکا تھا لہٰذا انہوں نے کوئی عملی جدوجہد کرنی تھی جس کے لیے انہوں نے تنظیم اسلامی بنائی ہے۔

سوال: احیائی معاملہ کیا دین اور قرآن کا تقاضا ہے یا محض ایک اس سوچ کے ساتھ اُبھرا ہے کہ باقی سارے نظام آزما کر دیکھ لیے ہیں تو اب ایک اور سہی؟

ڈاکٹر عبدالسمیع: دین کو قائم کرنا دین کا تقاضا بھی ہے اور قرآن کا بھی۔ رسول اللہ ﷺ کے بھیجے جانے کے جو مقاصد ہیں ان میں سے ایک مقصد دین کو قائم کرنا بھی ہے۔ آپ ﷺ نے بطور نظام دین کو قائم کیا اور پھر خلافت راشدہ میں اس نظام کی بنیادیں گہری کی گئیں۔ خاص طور پر Full blown کے طور پر یہ نظام حضرت عمرؓ کی خلافت میں نظر آتا ہے کہ اس میں حریت، مساوات، اخوت، عدل و انصاف اور جو آج کے دور میں جو سٹیٹ کرافٹ دنیا میں مانا جاتا ہے کہ کوئی بادشاہ نہیں ہے بلکہ ہر ادارے کا ایک خود مختار ہیڈ ہے۔ جیسے جمہوریت میں صدر یا وزیراعظم چیف ایگزیکٹو ہے اور اس کے متوازی عدلیہ ہے، مقننہ ہے۔ ان سب چیزوں کے مثالی نمونے آپؓ کے دور میں قائم ہوئے۔ یعنی دین کے نظام کو قائم کرنے میں حضرت عمرؓ کی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ آزادیٔ اظہار رائے کا جو معیار آپؓ نے دیا کہ عام آدمی ان سے پہنی ہوئی قمیض کے بارے میں سوال کر لے، نہ آپؓ سے پہلے اور نہ بعد میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے۔ اسی طرح ایک سرکاری سفر کے دوران اپنے خادم کو برابری کی بنیاد پر باری باری اونٹ پر سوار کرنا اور خود پیدل چلنا۔ اس کی بھی دنیا میں کوئی اور مثال نہیں۔ پھر ویلفیئر کا نظام جس کو آج دنیا (ویسٹ) میں اپنایا گیا ہے۔ اس کے بھی موجد حضرت عمرؓ ہیں۔ پھر عدلیہ کا نظام بھی بنایا اور مجلس شوریٰ بنا کر مقننہ علیحدہ کر دی۔ اب اسلامی نظام مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہو گیا۔ لیکن ہوا یہ کہ خلافت راشدہ کے بعد کاؤنٹر ریوولوشنری پراسس شروع ہوا۔ لیکن اس سے بھی دین کا نظام ایک دم نیچے نہیں آیا۔ نبی اکرم ﷺ کا بنایا ہوا نظام بڑا پختہ تھا، اس کے اثرات تا دیر رہے اور جب تک خلافت کا ادارہ موجود رہا تو اُمت مسلمہ سکون سے بیٹھی رہی کہ ٹھیک ہے ابھی تک دین کھڑا ہے یا اقامت دین کا تقاضا پورا ہو رہا ہے۔ لیکن اُمت جاگی اس وقت جب آہستہ آہستہ گرتے گرتے تا آنکہ 1924ء میں خلافت کا نام کا جو ادارہ تھا وہ بھی ختم کر دیا گیا۔ علامہ اقبال جیسے لوگوں نے اس ادارہ کو ختم ہونے سے پہلے شاعری کے ذریعے لوگوں کے سامنے اس کو اُجاگر کر دیا تھا۔ لیکن بحیثیت مجموعی اُمت جاگی اس وقت جب خلافت کا ادارہ ختم ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ 20 ویں صدی میں ہر اسلامی

> جب قرآن مجید اندر اُترتا ہے تو ایک انقلاب انسان کے اندر ضرور برپا کرتا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ قرآن مجید کسی کے اندر اُترے اور انقلاب نہ آئے۔

ملک میں کوئی نہ کوئی اسلامی تحریک ضرور اُٹھی ہے جس کا مقصد دین کا احیا تھا کیونکہ خلافت کو قائم کرنا ہمارا دینی فریضہ ہے۔

خالد محمود عباسی: اگر ہم کہتے ہیں کہ توحید ایک نظریہ ہے تو نظریہ ہر جگہ پر اپنی بالادستی چاہتا ہے۔ یہ تو نظریاتی طور پر لازمی ہے۔ اب اگر ہم خالص مذہبی آرگومنٹ لے کر چلیں تو انبیاء کا مقصد بعثت کیا ہے؟ ﴿لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ﴾ (النساء:165) ”تاکہ نہ رہ جائے لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت (دلیل) رسولوں کے آنے کے بعد“ یعنی لوگوں پر اتمام حجت ہو۔ اتمام حجت کا مقصد صرف اتنا نہیں ہے کہ آپ نے بات پہنچا دی بلکہ facilitate بھی کرنا ہے۔ معاشرے میں سارے لوگ ہمت والے نہیں ہوتے، کچھ کمزور لوگ بھی ہوتے ہیں اور کمزور لوگوں کے لیے قرآن مجید نے کہا ہے کہ جان بچانے کے لیے کلمۂ کفر بھی کہہ سکتے ہیں۔ لہٰذا اتمام حجت تو تب ہو گا کہ کمزور لوگ بھی اپنی آزاد مرضی کے تحت دین پر چلنے کے قابل ہوں۔ اگر معاشرے کا جبر ہے، کوئی فرعون اوپر بیٹھا ہوا ہے یا اجتماعیت کا جبر ہے تو ایک کمزور آدمی کیسے اللہ کا بندہ بن سکتا ہے۔ لہٰذا اتمام حجت کے لیے لوگوں کو facilitate بھی کرنا ہے۔

سوال: اللہ کا بندہ بننے کے لیے نماز، روزہ وغیرہ، عبادات کافی نہیں ہیں ٹوٹل obedient سے کیا مراد ہے؟

خالد محمود عباسی: یعنی اللہ کے تمام احکامات پر جب کوئی عمل کرے گا تو معاشرے کے ساتھ مقابلہ ضرور ہو گا۔ جو ہر کوئی نہیں کر سکتا۔ لوگوں کو اس کے لیے تیار کرنے کے لیے اتمام حجت ضروری تھا۔ نبی کرام ﷺ آخری نبی ہیں، ان کے فرائض منصبی میں بھی اتمام حجت شامل ہے اور کامل طور پر اور پوری شان کے ساتھ اگر کسی نے اتمام حجت کیا تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اب حضور ﷺ پر آ کر نبوت ختم ہو گئی۔ آپ ﷺ کے بعد اُمت کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ بحیثیت مجموعی ساری نوعِ انسانی پر اتمام حجت کرے۔

”اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو“ (البقرۃ:143)

جب تک ہم وہ نظام قائم کر کے دنیا کو نہیں دکھا دیتے ہم اتمام حجت کی ذمہ داری ادا نہیں کر رہے اور نہ ہی مکمل طور پر اللہ کے بندے بن سکتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالسمیع: جہاں تک اقامت دین کے تصور کا تعلق ہے یہ باقی جماعتوں میں بھی پایا جاتا ہے اور پایا جاتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے جماعت اسلامی کی گود میں آنکھ کھولی تو آپ کے ذہن میں شروع ہی سے اقامت دین کا تصور تھا۔ تنظیم اسلامی کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ڈاکٹر صاحب نے جماعت اسلامی میں رہتے ہوئے یہ محسوس کیا کہ جماعت اسلامی نے الیکشن کے اندر گھس کر اپنی منزل کھوٹی کر دی ہے اور وہ صحیح ثابت ہوا۔ یعنی جماعت اسلامی کی اٹھان بھی ایک انقلابی جماعت کی تھی۔ لیکن 1953ء میں جماعت اسلامی نے ٹرن لیا کہ چونکہ ایک اسلامی ملک وجود میں آ گیا ہے اور اس وقت جو قیادت ہے وہ اسلام کو نافذ کرنے کی اہل نہیں ہے لہٰذا الیکشن میں آ کر انہوں نے حکومت کے حریف کے طور پر الیکشن لڑا۔ اب ظاہر ہے جب آپ کسی فریق کے مقابلے میں اس کا حریف بن کر آتے ہیں تو پھر آپ ایک اور پوزیشن میں آ جاتے ہیں۔ پاکستان کی پہلی سیاسی قیادت نے مولانا مودودی کی پاکستان بننے کی مخالفت کے باوجود ان کے لیے سارے دروازے کھولے۔ ریڈیو پاکستان ان کے لیے کھولا، ملک کے اعلیٰ کالجز اور یونیورسٹیز ان کے لیے کھولیں لیکن یہ سلسلہ اس وقت تک رہا جب تک جماعت اسلامی الیکشن میں نہیں آئی۔ جب جماعت اسلامی حریف بن کر آ گئی تو مسلم لیگ کا وہ عنصر جو اسلام پسند تھا اس کو بھی جماعت اسلامی کی مخالفت میں بیانات

دینے پڑے۔ گویا دین ایک پارٹی بن گیا۔ اس بنیاد پر ڈاکٹر صاحب نے 1958ء میں جماعت اسلامی چھوڑ دی اور دس سال تک ڈاکٹر صاحب نے کوئی تنظیم نہیں بنائی۔

خالد محمود عباسی: جماعت اسلامی چھوڑنے کا سبب الیکشن ہی بنا ہے۔ باقی نظریاتی اختلافات بھی تھے لیکن وہ چھوٹے چھوٹے تھے۔ علامہ اقبال‘ مولانا ابوالکلام آزاد‘ مولانا مودودی اور ڈاکٹر اسرار احمد وہ شخصیات ہیں جنہوں نے پچھلی صدی میں برعظیم پاک و ہند میں احیائی تحریک کو آگے بڑھایا۔ ان میں سے کوئی بھی نہیں تھا جو 1924ء میں ختم ہونے والی ملوکیت زدہ خلافت کی بحالی چاہتا ہو بلکہ ہر ایک کا مقصد حضور ﷺ والا اسلام قائم کرنا تھا۔ اقبال نے صاف کہا کہ ہمیں پاکستان بنانے کا موقع مل گیا تو عرب امپیریلزم کے دور میں اسلام کے چہرے پر لگنے والے داغ دھبے مٹا کر اصل اسلام کو قائم کر سکتے ہیں۔

سوال: کیا تنظیم اسلامی اصل میں جماعت اسلامی پری الیکشن ہے؟ (انتخابی سیاست مخالف جماعت اسلامی ہے؟)

خالد محمود عباسی: میں تو یوں کہوں گا کہ ڈاکٹر صاحب کی نظر میں جماعت اسلامی الیکشن میں جانے کے بعد اقامت دین کی جماعت رہی ہی نہیں ہے کیونکہ اقامت دین میں آپ نیا نظام لے کر آنا چاہتے ہیں۔ تب آپ سٹیٹس کو پارٹی نہیں ہوتے بلکہ ایک مزاحمتی پارٹی ہوتے ہیں۔ تو جب آپ الیکشن میں چلے گئے تو آپ تو مین سٹریم میں آ گئے۔ تو ڈاکٹر صاحب کی نظر میں جماعت اسلامی اب انقلابی جماعت رہی ہی نہیں تھی۔ ہاں ہم یہ کہیں گے کہ تنظیم اسلامی اس کا تسلسل ہے یعنی آپ اس کا نام بدل کر جماعت اسلامی حقیقی رکھ دیں۔

سوال: تنظیم اسلامی کا طریقہ کار کیا ہے؟ مختصراً بتایئے؟

ڈاکٹر عبد السمیع: ڈاکٹر صاحب نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ انقلابی طریقہ کار کیا ہوتا ہے۔ اس میں چھ اقدام ڈاکٹر صاحب نے گنوائے ہیں۔ تین بنیادی اور تین آگے بڑھ کر کرنے والے ہیں۔ (1) اپنے نظریئے کی دعوت۔ (2) جو لوگ اس نظریئے کو قبول کریں ان کو آرگنائز کرنا اور آرگنائزیشن کے حوالے سے حضرت عمرؓ نے واضح کر دیا کہ ((انہ لا اسلام الا بجماعۃ ولا جماعۃ الا بامارۃ ولا امارۃ الا بطاعۃ)) ”یہ ایک حقیقت ہے کہ جماعت کے بغیر اسلام نہیں ہے، اور امارت کے بغیر جماعت نہیں ہے، اور امارت کا کوئی فائدہ نہیں اگر اس کے ساتھ اطاعت نہ ہو“

یعنی جو لوگ دعوت کو قبول کریں انہیں اطاعت کا خوگر بنانا اور اس میں بھی خاص بات یہ ہے کہ صرف امیر کی اطاعت نہیں بلکہ جو اس کے مقرر کردہ لوگ ہیں ان کی اطاعت کی عادت ڈالنا۔ اس لیے کہ بیعت عقبہ ثانیہ جو حضور ﷺ کے دست مبارک پر ہوئی تھی اس میں واضح الفاظ ہیں:

”ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت کی کہ ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے، خواہ آسانی ہو یا مشکل، خواہ ہماری طبیعت آمادہ ہو یا ہمیں اس پر جبر کرنا پڑے، اور خواہ دوسروں کو ہمارے اوپر ترجیح دے دی جائے۔ ہم اصحاب اختیار سے جھگڑیں گے نہیں، لیکن سچ بولیں گے جہاں کہیں بھی ہم ہوں گے، اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بے پرواہ رہیں گے“۔ (بخاری و مسلم)

(3) سمع و اطاعت، اخلاق اور جو بنیادی نظریات ہیں ان

علامہ اقبال‘ مولانا ابوالکلام آزاد‘ مولانا مودودی اور ڈاکٹر اسرار احمد وہ شخصیات ہیں جنہوں نے پچھلی صدی میں برعظیم پاک و ہند میں احیائی تحریک کو آگے بڑھایا۔

کو دلوں میں اتارنے کی تربیت۔ اسلام کا نظام آئے گا تو وہ آوارگی کو پروموٹ نہیں کرے گا۔ اس میں ذاتی سطح پر بھی ڈسپلن ہوگا۔ ذاتی ڈسپلن میں جہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ لو لگانا ہے وہیں پر انسان کے اندر جو حیوانیت ہے اس کو بھی کنٹرول کرنا ہے۔ وہ پاکی کیسے آئے گی یہ بھی اس تربیت کا حصہ ہے۔ یعنی نماز کا خوگر بنانا، زکوٰۃ کی عادت ڈالنا اور دین کے باقی شعائر پر کاربند ہونے کی عادت ڈالنا، سنت کی پیروی کی عادت ڈالنا۔ یہ سب تربیت کا حصہ ہے۔

سوال: کیا تنظیم اسلامی کوئی عسکری تربیت بھی دیتی ہے؟

ڈاکٹر عبد السمیع: ہرگز نہیں دیتی۔ بلکہ ڈاکٹر صاحب اس کو غلط سمجھتے تھے۔ اس لیے کہ ڈاکٹر صاحب کے خیال میں نبی اکرم ﷺ نے جو انقلاب برپا کیا تھا تو وہ ایک کافرانہ اور مشرکانہ معاشرے میں کیا تھا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ آپؐ کے دور میں مدمقابل کی طاقت اور آپؐ کی انقلابی جماعت کی طاقت میں تعداد کا فرق تھا، کوالٹی کا فرق نہیں تھا، دونوں طرف ایک جیسے ہتھیار تھے۔ لیکن آج جو نظام دنیا میں قائم ہے۔ وہاں حکومت کے پاس ائیرفورس کی طاقت بھی ہے، آرمڈ کور بھی ہے، جبکہ عوام نہتے ہیں۔

خالد محمود عباسی: اسی لیے اس پر اجماع ہے کہ وہ جنگ اب نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا جماعت اسلامی الیکشن کی طرف گئی جبکہ ہم عوامی تحریک کی طرف آ گئے۔ دوسری طرف جو آج گوریلہ وار یا دہشت گردی ہو رہی ہے تو یہ تصور مدینہ سے نہیں بلکہ مغرب سے آیا ہے اور غلط ہے۔

ڈاکٹر عبد السمیع: اس کے بعد پھر اقدام کے تین مراحل ہیں (1) جب ایک جماعت واقعی ایک آرگنائزیشن نظر آنے لگتی ہے تو پھر اس کے خلاف تشدد شروع ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر تشدد ہوا۔ تو صبر محض چوتھا اقدام ہے۔ یہاں اس آرگنائزیشن کے افراد سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں کہ ان پر جیسا بھی تشدد ہو زبانی یا جسمانی وہ ڈٹے رہیں اور پیچھے نہ ہٹیں۔ (2) جب کوئی آرگنائزیشن اتنی مضبوط ہو جاتی ہے تو پھر وہ کسی جگہ سے مخالف کی دکھتی رگ کو چھیڑتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد جو آٹھ مہمیں بھیجی تھیں وہ قریش کو بتانے کے لیے تھیں کہ میں متحرک ہوں اور میں تمہاری معاشی ناکہ بندی بھی کر سکتا ہوں اور تمہیں سیاسی طور پر الگ بھی کر سکتا ہوں۔ معاشی ناکہ بندی یہ تھی کہ جو قریش نے تجارتی اجارہ داری قائم کی ہوئی تھی وہ یمن سے شام کی طرف تھی اور وہ تجارتی راستے مدینہ منورہ کے دائیں بائیں سے گزرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان راستوں پر اپنے مہاجرین ساتھی بھیجے تاکہ قریش کے قافلے ان کو پہچان سکیں کہ یہ محمد (ﷺ) کے ساتھی ہیں۔ آپؐ کے دستے مسلح بھی تھے لیکن کوئی کارروائی نہیں کی بس اپنی حاضری کا احساس دلایا جس سے قریش الرٹ ہوئے کہ محمد (ﷺ) ہماری ناکہ بندی کر دیں گے۔ آپؐ نے دوسرا اقدام یہ اٹھایا کہ مختلف قبائل کے پاس جا کر دوستی کا ہاتھ بڑھایا کہ ہمارے اتحادی بن جاؤ۔ چونکہ قریش کی حیثیت اس علاقے میں وہی تھی جو آج دنیا میں امریکہ کی ہے۔ اس لیے قبائل کہتے تھے کہ چونکہ آپ کی دشمنی قریش کے ساتھ ہے لہٰذا ہم قریش کی ناراضگی مول لینے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ تو آپؐ کہتے تھے کہ پھر دوسرا معاہدہ کر لو کہ میرے اور قریش کے درمیان اگر کوئی جنگ ہوگی تو تم غیر جانبدار رہو گے۔ تو یہ رسول اللہ ﷺ کا قریش کو isolate کرنے کا بہت بڑا اقدام تھا جس کے نتیجے میں بدر میں مسلح تصادم ہوا ہے۔ جس میں مسلمانوں کو شاندار فتح حاصل ہوئی لیکن آج کے دور میں چونکہ عوام اور حکومت کی طاقت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور پھر یہ کہ دونوں طرف مسلمان ہیں لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ آج وہ تصادم نہیں ہو سکتا۔ دوسرا خیال یہ تھا کہ چونکہ آج جمہوری و آئینی دور ہے اور اس میں ہمیں کچھ فوائد بھی حاصل ہیں۔ مثلاً ریاست کا تصور حکومت سے علیحدہ ہے۔ یعنی آج حکومت

ریاست کا محض ایک ادارہ ہے۔ جس طرح عدلیہ اور مقننہ ریاست کے ادارے ہیں۔ لہٰذا اب اگر حکومت کے خلاف کھڑا ہوا جائے تو وہ ریاست کے خلاف کھڑا ہونا شمار نہیں ہوگا۔ یعنی وہ غداری شمار نہیں ہوگی۔ پھر ہمیں آئینی حقوق بھی حاصل ہیں۔ یعنی شہری حقوق کے مطابق آپ علیحدہ آرگنائزیشن بنا سکتے ہیں، آپ احتجاج کر سکتے ہیں اور دھرنا بھی احتجاج کا حصہ ہے۔ تو ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا ان آئینی حقوق سے فائدہ اٹھایا جائے۔

سوال: حالیہ تاریخ میں دھرنے تو بڑے ناکام ہوتے نظر آرہے ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ تنظیم اسلامی کو اس حوالے سے کتنی اُمید ہے؟

خالد محمود عباسی: اس وقت جو دھرنا ناکامی مہم چل رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دھرنے کوئی باقاعدہ دھرنے نہیں ہیں۔ دھرنا تب ہوتا ہے جب آپ ایک عوامی تحریک کے حامل ہوں۔ تب آپ انتظامیہ کو مشکل میں ڈال سکتے ہیں۔ paralyse کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی تحریک قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، بستی بستی چلا دیں۔ پھر بھی آپ غدار نہیں ہیں لیکن آپ باغی ضرور ہیں۔ آپ پر سارے چارجز لگیں گے، دفعہ 144 نافذ ہوگا۔ لیکن آپ اگر حقیقی عوامی تحریک ہیں تو آپ جیل بھرو تحریک شروع کر سکتے ہیں۔ حکومت کے پاس جیل میں رکھنے کی ایک گنجائش ہے۔ عوامی تحریک کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہو تو کتنی جیلیں بھریں گے۔ تو جب آپ پوری طرح حکومت کو paralyse کر چکیں تو اب آپ جس کو آخری دھکا کہا جاتا ہے اس کے لیے دھرنا دیں یا لانگ مارچ کریں۔ لیکن یہاں ہم شروعات لانگ مارچ سے کرتے ہیں۔ یعنی ہم Z سے شروع کرتے ہیں جبکہ ہمیں A سے چلنا چاہیے تھا جس کی وجہ سے یہ دھرنے وغیرہ سارا کچھ بدنام ہوگیا۔ یہ اصل میں وہ چیز ہے ہی نہیں جو ایک حقیقی عوامی تحریک میں ہونی چاہیے۔

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ بیٹی، عمر 21 سال، تعلیم بی ایس آنرز، قد "5'.3 کے لیے پڑھی لکھی مذہبی فیملی سے باروزگار، تعلیم یافتہ بیٹے کا رشتہ درکار ہے۔ صرف والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0333-4825829

آداب معاشرت

ایثار

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عہد نبوی ﷺ کا مشہور واقعہ ہے کفر و اسلام کی ایک جنگ میں ایک شخص میدان کارزار میں زخمیوں کو پانی پلا رہا تھا جب وہ ایک زخمی مجاہد کے پاس سے گزرا تو اُس نے پانی کے لیے آواز دی۔ اُسی وقت ایک دوسرے زخمی نے پانی مانگا۔ اس مجاہد نے اس کی آواز سنی تو کہا پہلے اس کو پانی پلاؤ۔ پانی پلانے والا جب دوسرے زخمی کے پاس پہنچا تو ایک تیسرے مجاہد نے پانی مانگا جب دوسرے مجاہد نے یہ سنا تو اس نے کہا کہ پہلے اس کو پانی پلاؤ۔ پانی پلانے والا جب پانی لے کر تیسرے مجاہد کے پاس پہنچا تا کہ پہلے اس کو پانی پلائے۔ تو وہ مجاہد جاں بحق ہو چکا تھا۔ پانی پلانے والا واپس دوسرے پھر پہلے مجاہد کے پاس پانی لے کر پہنچا تو وہ دونوں جان جان آفرین کے سپرد کر چکے تھے۔ گویا جان بلب ہونے کے باوجود ہر ایک نے دوسرے کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دی۔ یہاں تک کہ تینوں پیاسے ہی واصل بحق ہو گئے۔

ایسا بھی ہوا کہ ایک صاحب رسول اکرم ﷺ کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا جب اس نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو دروازے پر آواز آئی کہ میں بھوکا ہوں یہ سننا تھا کہ اُس نے اپنا کھانا اسے دے دیا اور خود بھوک برداشت کر لی مگر سوالی بھوکے کی بھوک مٹا دی۔ ایسے ہی لوگوں کی سورۃ الحشر میں تعریف کی گئی ہے کہ ﴿یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ﴾ (آیت:9) ”وہ اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود حاجت ہو۔“

ایثار کا یہ جذبہ آج بھی موجود ہے۔ اگرچہ خال خال ہے۔ حال ہی میں ایک شخص کپڑا خریدنے کے لیے ایک دکان پر گیا۔ کپڑا پسند کر لیا، نرخ طے ہو گیا۔ خریدار نے دکاندار کو کہا 10 میٹر کپڑا دے دیں۔ دکاندار نے کہا ساتھ والی دکان سے بھی کپڑا اسی نرخ پر لے لو۔ گاہک نے کہا تم خود کیوں یہ کپڑا نہیں دیتے؟ دکاندار نے وضاحت کی اور کہا کہ میں صبح سے اب تک کافی کما چکا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ دکاندار بھی کچھ کما لے جو صبح سے فارغ بیٹھا ہے۔

ایک صاحب بازار سے پھل خرید کر گھر لے جاتے تو اکثر اُس کی بیوی اُسے کہتی کہ آپ داغ دار پھل لاتے ہیں، دیکھ کر اچھے لایا کریں۔ ایک دن اُس شخص نے وضاحت کی اور بتایا کہ میں گاڑی بیٹھا ہی پھل کی ریڑھی والے کو کہتا ہوں فلاں فلاں پھل دے دو وہ شاپر میں ڈال کر مجھے دے دیتا ہے اور میں چیک نہیں کرتا اور گھر لے آتا ہوں۔ ریڑھی پر پھل بیچنے والے کے پاس کچھ دانے داغ دار یا ناقص ہوتے ہیں۔ وہ کوئی شخص لے کر نہیں جاتا اور اُس کا نقصان ہو جاتا ہے۔ جب میں خود گاڑی میں بیٹھا رہتا ہوں تو وہ ناقص دانے بھی ڈال دیتا ہے۔ اور میں قبول کر لیتا ہوں۔ پھل فروش کا جب ناقص پھل بک جاتا ہے تو وہ نقصان سے بچ جاتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ اس طرح میں کسی کو نقصان سے بچا لیتا ہوں۔ اور خود نقصان اٹھا لیتا ہوں۔

دو دوست خریداری کے لیے بازار گئے۔ ایک دوست نے ایک چیز پسند کی اور نرخ پوچھا۔ دکاندار نے بتایا ایک سو روپیہ گاہک نے تکرار کی اور دکاندار کو 96 روپے پر راضی کر لیا۔ جب ادائیگی کرنے لگا تو پورے سو روپے دیئے۔ دوست نے پوچھا اتنی بحث و تکرار کے بعد تم نے نرخ کم کروایا مگر پھر اس کو سو روپیہ ہی دیا۔ خریدار نے کہا دکاندار اپنی چیز 96 روپے میں بیچنے پر تیار ہو گیا تھا جب اُسے سو روپے ملے تو خوش ہوا۔ میں نے چار روپے کا نقصان اٹھا لیا مگر دکاندار کو فائدہ ہوا اور وہ خوش ہوا۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ قرآن اکیڈمی، لاہور کے شعبہ مطبوعات کے نگرانِ طباعت محترم مولانا شیخ رحیم الدین کے برادرِ نسبتی کراچی میں وفات پاگئے

☆ مقامی تنظیم پشاور صدر کے معتمد محترم حافظ جمیل اختر کے چھوٹے بھائی وفات پا گئے

☆ حلقہ حیدر آباد کے امیر شفیع محمد لاکھو کے برادرِ نسبتی کراچی میں انتقال کر گئے

☆ ممتاز آباد، ملتان کے رفیق جناب محمود الحق بوٹا گجر کے سسر وفات پا گئے

☆ ملتان غربی کے نقیب عدنان اکبر کی نانی وفات پا گئیں

☆ مقامی تنظیم ہارون آباد غربی کے ملتزم رفیق محمد سعید کے والد وفات پا گئے

☆ ممتاز آباد، ملتان کے مبتدی رفیق جناب محمد کاشف ریاض کے ماموں وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

نماز ایک عظیم عبادت

مولانا گلزار احمد قاسمی

تمام عبادات میں سب سے زیادہ اہم عبادت نماز ہے، جب نماز میں ہوتو اپنے دل کی حفاظت کرو۔

نماز میں دل کی حفاظت

جب تم نماز میں ہوتو اپنے دل کی حفاظت کرو، نماز ہمارے دین کی اہم ترین عبادت ہے، اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے، دونوں کو درست کرنا ضروری ہے اور دونوں کو سنت کے مطابق سنوارنا اور بنانا ہماری ذمہ داری ہے، جب تک ہماری نماز کا ظاہر و باطن درست نہیں ہوگا اس وقت تک ہماری نماز مکمل نہیں ہوگی۔ نماز کے اندر کمال آنے کے لیے اور اس کی خوبصورتی کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ظاہر بھی صحیح ہو اور اس کا باطن بھی صحیح ہو۔

نماز میں دوسری مخلوقات کی عبادت

انسان کے علاوہ دوسری مخلوقات اور جن کو اللہ تعالیٰ نے مختلف عبادتوں میں لگایا ہوا ہے، ان کی عبادتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے نماز کے اندر جمع فرمادیا ہے۔ مثلاً فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف عبادتوں میں لگایا ہوا ہے، بعض قیام کی حالت میں عبادت کر رہے ہیں، بعض فرشتے رکوع کی حالت میں عبادت کر رہے ہیں، بعض فرشتے سجدے کی حالت میں عبادت کر رہے ہیں، فرشتوں کی ان مختلف عبادتوں کو اللہ تعالیٰ نے ہماری نماز میں جمع فرما دیا ہے۔ چنانچہ ہماری نماز میں قیام بھی موجود ہے، رکوع بھی موجود ہے اور سجدہ بھی موجود ہے۔ نیز فرشتوں کے علاوہ جو دوسری مخلوقات ہیں وہ بھی عبادت میں مشغول ہیں۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ پہاڑ قعدے کی حالت میں اللہ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں بس یہی ان کی عبادت ہے۔ درخت قیام کی حالت میں اللہ کی عبادت کر رہے ہیں، چوپائے رکوع کی حالت میں اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔ اسی طرح رینگنے والے جانور کیڑے مکوڑے سانپ وغیرہ یہ سب سجدہ کی حالت میں اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔ انسان کی نماز میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ عبادات جمع فرمادی ہیں، اس طرح انسان کی نماز ایک جامع ترین نماز ہے۔

نماز قائم کرنے کا مطلب

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقریباً تیس مقامات پر نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے، نماز قائم کرنے کا مطلب اور ہے اور نماز پڑھنے کا مطلب اور ہے۔ ہم لوگ نماز پڑھتے ہیں لیکن نماز قائم نہیں کرتے۔ نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو اس کے تمام فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات اور تمام آداب کے ساتھ اور مرد کو باجماعت نماز ادا کرنا اور خواتین کا گھر میں ان تمام امور کی رعایت کے ساتھ نماز پڑھنا نماز کو قائم کرنا ہے لیکن اگر نماز کے اندر ہم صرف فرائض و واجبات کو ادا کر لیں، سنتوں اور مستحبات کا کوئی اہتمام نہ ہو، جماعت سے پڑھنے کا اہتمام نہ ہو اور صرف اٹھک بیٹھک کر لیں اور جلدی جلدی نماز پڑھ لیں تو یہ نماز قائم کرنا نہیں ہے، آج سے ہم اس بات کا اہتمام کر لیں کہ ہماری نمازیں سنت کے مطابق ہوں۔

نماز کے چار اہم ارکان کی درستی

نماز میں چار چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ان کے اندر اطمینان کی کیفیت حاصل ہو جائے تو پھر ہماری نماز بہت حد تک درست ہو جائے گی اس لیے کہ زیادہ تر کوتاہی انہی چار چیزوں میں ہوتی ہے۔ وہ چار چیزیں یہ ہیں: رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ۔ ان چاروں کی طرف خصوصی توجہ دینا ہمارے لیے لازم اور ضروری ہے، ہم خود بھی اپنی نمازیں درست کریں اور اپنے گھر والوں کی نمازیں بھی درست کرنے کی کوشش کریں اور جب نماز درست ہو جائے گی تو ہمارے دوسرے اعمال بھی درست ہو جائیں گے، ان کے اندر جان پڑ جائے گی اور خدانخواستہ اگر ہماری نماز بے جان ہوگی تو دوسرے اعمال بھی بے جان ہو جائیں گے۔

ہماری نماز کی کیفیت

نماز کے اندر اپنے دل کی حفاظت کرو، اس سے نماز کے باطن کی طرف اشارہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ہماری نمازوں کی ظاہری حالت خراب ہے، اسی طرح ہماری نمازوں کی اندرونی اور باطنی حالت بھی خراب ہے چنانچہ نیت باندھتے ہی ہمارا ذہن اور دل غائب ہو جاتا ہے۔ پوری نماز میں شاید ہی کسی وقت یہ خیال آتا ہو کہ ہم نماز پڑھ رہے ہیں، سلام پھیرتے وقت ہوش آتا ہے کہ اچھا نماز ختم ہوگئی ہے اسی وجہ سے ہمیں نماز میں بار بار شبہ بھی رہتا ہے کہ معلوم نہیں کتنی رکعتیں پڑھ لیں اور کتنی رکعتیں باقی ہیں؟ یہ نماز سے غائب ہونے کی نشانی ہے، یہ نماز کی باطنی خرابی ہے۔

نماز پر پانچ انعامات کا وعدہ

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جو نماز سکون و اطمینان اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا ہوتی ہے اس نماز پر اللہ تعالیٰ نمازی کو پانچ انعامات سے نوازتے ہیں:

پہلا انعام

پہلا انعام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کی روزی کی تنگی دور فرما دیں گے، یہ روزی دنیا و آخرت کا بہت بڑا مسئلہ ہے لیکن کسی نماز کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کی دنیاوی تمام ضرورتیں بھی غیب سے مہیا فرمائیں گے اور قبر اور حشر اور آخرت میں بھی اس سے مالا مال فرمائیں گے۔ دنیا کا سب سے بڑا وبال وہ فقر وفاقہ اور تنگدستی ہے جو غیر اختیاری طور پر کسی پر آ جائے، اس لیے کہ یہ فقر و فاقہ بعض اوقات کفر کا باعث بن جاتا ہے اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے فقر و فاقہ سے پناہ مانگی اور یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! میں آپ کی فقر و فاقہ سے اور کفر سے اور دنیا و آخرت کی ذلت اور رسوائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ فقر و فاقہ کے نتیجے میں نہ عزت باقی رہتی ہے اور نہ ایمان باقی رہتا ہے۔ اگر ہم اپنی نماز صحیح کر لیں اور نماز میں کمال پیدا کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلا انعام یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ رزق کی تنگی دور فرما دیں گے۔

دوسرا انعام

یہ ہوگا کہ جب وہ دنیا سے اچھی نماز پڑھ کر جائے گا تو قبر میں جاتے ہی اس کا عذاب قبر معاف کر دیا جائے گا۔

تیسرا انعام

یہ ملے گا کہ قیامت کے دن جب آدمی اپنی قبر سے اٹھے گا تو ہر شخص اس وقت بدحواس اور خوف زدہ ہوگا اور بہت پریشان ہوگا اور سب سے زیادہ اس بات کا غم ہوگا کہ میرا نامہ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دے دیا جائے

لیکن نمازی کو یہ انعام ملے گا کہ اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس وقت اس کی خوشی کی انتہا نہ ہوگی اور وہ اپنا نامہ اعمال لے کر ادھر اُدھر پھرے گا اور لوگوں سے کہے گا کہ اس کو پڑھ کر دیکھو اس میں کیا لکھا ہے، مجھ کو تو پہلے ہی معلوم تھا کہ یہ سب کچھ پیش آنے والا ہے اور مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ میرا نامہ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں دے دیا اور جس شخص کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو یہ اس کی ذلت اور رسوائی اور جہنم میں جانے کی علامت ہوگی، العیاذ باللہ

چوتھا انعام

نامہ اعمال کے ملنے کے بعد ہر شخص کو پل صراط گزرنا ہوگا، چاہے وہ نیک ہو یا بد۔ اپنے اپنے اعمال کے مطابق ہر شخص اس پل صراط کو عبور کرے گا، پل صراط کے نیچے دوزخ ہوگی اور پل صراط کے اس پار جنت ہوگی اور جنت میں داخل ہونے کے لیے پل صراط سے گزرنا پڑے گا جو لوگ دوزخ میں جانے والے ہوں گے وہ اسی پل صراط کے اوپر سے دوزخ کے اندر گر جائیں گے اور جو لوگ کامیاب ہوں گے اور جنتی ہوں گے وہ آسانی کے ساتھ اس کو عبور کر جائیں گے اور نمازی پر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ہوگا کہ وہ پلک جھپکنے میں اس پل صراط کو عبور کر جائے گا اور جنت میں پہنچ جائے گا۔

پانچواں انعام

اللہ تعالیٰ بلا حساب و کتاب اس کی بخشش فرما دیں گے۔ یہ تو ہر مومن کی آرزو ہے ورنہ کس میں یہ طاقت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب و کتاب دے سکے اور جواب دہی کر سکے۔

بہر حال یہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جس میں ساری عبادات جمع ہیں۔ اگر یہ درست ہو جائے تو ساری عبادتیں ہماری درست ہو جائیں، اگر ہم نماز کے اندر اپنے دل کی حفاظت کرنے میں لگ جائیں تو اس کی بدولت ان شاء اللہ دوسری عبادتوں میں بھی دل کی حفاظت کی توفیق ہو جائے گی اور دوسری عبادتوں میں بھی خشوع و خضوع کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔ اس لیے ہم اپنی نماز کے ظاہر کو بھی درست کر لیں اور باطن کو بھی درست کر لیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نماز میں اپنے دل کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''مسجد جامع القرآن کمپلیکس پیپھونٹ نز دنیلور اسلام آباد'' میں

09 تا 11 دسمبر 2016ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

مدرسین ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے،

زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0333-5382262, 0333-5567111

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)36316638-36366638

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

''جامع مسجد خدام القرآن والٹن سول سروسز اکیڈمی روڈ نزد ناصر میرج ہال لاہور'' میں

11 تا 17 دسمبر 2016ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-
☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

''مرکز تنظیم اسلامی A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور'' میں

16 تا 18 دسمبر 2016ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0333-4562037 042-35442290

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)36316638-36366638

مرکزی اجتماع گاہ بہاول پور میں منعقدہ

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع 2016ء کی مختصر روداد

مرتب: مرتضیٰ احمد اعوان

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع 25 تا 27 نومبر 2016ء مرکزی اجتماع گاہ بہاول پور میں منعقد ہوا۔ اس میں پورے ملک سے رفقاء کی کثیر تعداد بڑے ذوق وشوق سے شریک ہوئی۔ جمعہ کی صبح سے رفقاء و احباب اجتماع میں شرکت کے لیے آنا شروع ہو گئے تھے۔ نماز جمعہ کا اہتمام اجتماع گاہ کے اندر ہوا۔ ڈاکٹر عبدالسمیع (نائب ناظم اعلیٰ وسطی پاکستان) نے خطاب جمعہ میں سورۃ ق کا مطالعہ کروایا۔ سٹیج سیکریٹری کی ذمہ داری خورشید انجم (ناظم تعلیم و تربیت) نے نبھائی۔

افتتاحی کلمات......حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

اجتماع کا باقاعدہ آغاز نمازِ عصر کے بعد ہوا۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے افتتاحی کلمات کا آغاز رفقاء و احباب کو خوش آمدید کہہ کر کیا۔ آپ نے کہا ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا ہے کہ جس کی تائید و توفیق سے ہم یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ نے ہمیں موقع دیا ہے کہ ہم اس اجتماع سے یکسوئی کے ساتھ فائدہ اُٹھائیں۔ سورۃ المومنون کی پانچ آیات (57 تا 61) میں بندۂ مومن کے باطنی اوصاف کا تذکرہ ہے کہ وہ خوفِ خدا سے لرزتے اور کانپتے رہتے ہیں۔ قرآن حکیم کے ساتھ ان کا دلی تعلق ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ وہ اللہ سے شرک نہیں کرتے بلکہ وہ شرک کی ہر قسم اور نوعیت سے اپنے آپ کو پاک کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے راستے میں اپنا مال اور جسم و جان کی توانائیاں لگاتے ہیں اور اللہ کے حضور حاضری سے لرزتے رہتے ہیں یعنی وہ فکرِ آخرت میں بہت پختہ ہوتے ہیں۔ انہوں نے رفقاء کو تاکید کی کہ آپس میں سلام کو عام کیجیے کیونکہ یہ ثواب کمانے کا بہت آسان ذریعہ ہے اور اس میں ایک دوسرے کے لیے سلامتی کی دعا ہے۔

شرکاء کو ہدایات......ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی

ناظم اجتماع ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے رفقاء کو ہدایات دیتے ہوئے کہا کہ الحمدللہ حاضری بھرپور ہے۔ آپ لوگ اجتماع میں وقت سے پہلے تشریف لائیں۔ دورانِ اجتماع باتیں کرنے، سونے اور تصاویر لینے سے پرہیز کریں۔ اور اپنا زیادہ وقت یکسوئی کے ساتھ بیانات سننے میں صرف کریں۔ اجتماع گاہ سے باہر کم ہی جائیں۔ مشکوک افراد پر نظر رکھیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ اور خاص طور پر سکیورٹی والوں کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔

تعلق مع القرآن......انجینئر مختار حسین فاروقی

ناظم اعلیٰ تحریک خلافت انجینئر مختار حسین فاروقی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ قرآن کو ترک کرنے کی پاداش میں اس وقت امتِ مسلمہ ذلت و مسکنت کا شکار ہے اور طاغوتی طاقتیں مسلمانوں پر حکومت کر رہی ہیں۔ قرنِ اول میں مسلمانوں نے قرآن کو سینے سے لگایا جس کی وجہ سے انہوں نے دنیا پر حکومت کی۔ ہمیں قرآن مجید کے پانچ حقوق پر عمل کرنا چاہیے۔ قرآن پر یقین قلبی والا ایمان لانا ہے۔ اس کی تلاوت کرنی ہے کم از کم ایک پارہ تلاوت ہمارا روز کا معمول ہونا چاہیے۔ اس کو سمجھنا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے تاکہ ہمیں پتا چلے کہ قرآن ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے۔ پھر اس کو دوسروں تک پہنچانا ہے۔ قرآن پر عمل کرنے سے ہماری تربیت ہوگی۔

درسِ حدیث......چودھری رحمت اللہ بٹر

نمازِ مغرب کے بعد امیر تنظیم اسلامی کے خصوصی مشیر چودھری رحمت اللہ بٹر نے ''غمِ دنیا سے نجات'' کے موضوع پر درسِ حدیث دیا۔ انھوں نے کہا کہ جو شخص دنیا کا طالب ہوگا اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں اُلجھا دیں گے۔ دنیا آزمائش کی گھڑی ہے جبکہ انسان کا اصل ٹھکانہ آخرت ہے۔ ہمیں آخرت کو سامنے رکھ کر زندگی گزارنی چاہیے۔ جس کی کامیابی ابدی کامیابی ہے۔

فکرِ آخرت......حافظ خالد شفیع

درسِ حدیث کے بعد ملتزم رفیق حافظ خالد شفیع نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ قرآن مجید کے قریباً ہر صفحے پر آخرت کا تذکرہ ہے۔ آخرت کی طرف لے جانے والی سب سے پہلی چیز موت ہے جس کا انکار آج تک دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔ قرآن کی رُو سے اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ لیکن ہم نے دنیا میں رہ کر ہی آخرت کو بنانا ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ جو شخص دنیا بنائے گا وہ آخرت کا نقصان کرے گا اور جو آخرت بنانے کی فکر کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب کرے گا۔ دنیا کی زندگی عارضی زندگی ہے۔ آخرت کے حصول کے لیے ہی ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس دنیا میں کچھ ایسا کر جاؤ کہ آخرت میں اللہ کی رحمت اور جنت اپنے اُوپر واجب کر لو۔

توبہ کی عظمت و تاثیر......مومن محمود

قرآن اکیڈمی لاہور کے استاد مومن محمود نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ توبہ کا مطلب ہے اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ توبہ کے لیے سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ انسان میں یہ احساس پیدا ہو کہ وہ اللہ کی نظر میں ہے اور جو کام وہ کرے گا اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور ایک دن اس کے حضور پیشی ہونی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ سے انتہائی زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ توبہ کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے گناہوں کو پہچانے، ان کا اعتراف کرے اور ندامت میں اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ یہ ندامت اس کے گناہوں کو جلا دے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ توبہ سے اپنی زندگی کا دھارا بدل سکتا ہے لہٰذا ہمیں کسی کو اس کے گناہوں کی وجہ سے حقیر نہیں جاننا چاہیے۔ توبہ علم، حال اور عمل کا نام ہے یعنی انسان اللہ کے سامنے اپنے گناہ کو پہچانے، پھر اس پر ندامت ہو اور پھر اس گناہ کو چھوڑنے کا پورا عزم اور نیت کرے۔ توبہ کرنے کا داعیہ انسان کے دل میں اس طرح پیدا ہوگا کہ وہ تنہائی میں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرے اور قرآن مجید کی قوتِ تاثیر کو اپنے ذہن پر لینے کی کوشش کرے۔ ان شاء اللہ اس کا دل توبہ کی طرف مائل ہو جائے گا۔ اسی طرح صالحین کی صحبت اختیار کرنا اور ان کی سیرت کا مطالعہ بھی اسے توبہ کی طرف مائل کر سکتا ہے۔

تزکیۂ نفس: اہمیت وضرورت......حافظ رشید ارشد

قرآن اکیڈمی لاہور کے استاد حافظ رشید ارشد نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تزکیۂ نفس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے نفس کو پاک کرنا یعنی اپنے نفس کو بُرے خیالات اور خواہشات سے پاک کرنا اور فضائل کا حصول ہے۔ قرآن مجید میں نفس کی تین اقسام بیان

کی گئی ہیں: (1) نفس امارہ جو برائی پر اُکساتا ہے۔ (2) نفس لوامہ جو برائی پر ملامت کرتا ہے۔ اور (3) نفس مطمئنہ جو ہر لحاظ سے اطمینان والا ہے۔ ہمیں اس دنیا میں رہتے ہوئے نفس کی امارگی کو دبانا ہے اور نفس کی لوامگی کو زندہ رکھنا ہے۔ صحابہ کرام کا تزکیہ نبی اکرمؐ کی صحبت میں ہوا۔ آج بھی تزکیہ نبی اکرمؐ کی سیرت اپنانے سے ممکن ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دین ہمارے لیے مرغوب ہونا چاہیے۔ کیونکہ ایمان کیفیت کا نام ہے اس کا ایک ذائقہ بھی ہوتا ہے۔ حدیث میں نفس کے خلاف جہاد کو افضل جہاد کہا گیا ہے۔ اسی طرح ذکر میں ضروری ہے کہ ہر عمل میں اللہ کو یاد کیا جائے۔ ریا، کبر اور حسد جیسے اعمال سے بچنا بہت ضروری ہے کیونکہ یہ اعمال انسان کے نیک اعمال کو کھا جاتے ہیں۔ خلوت کا اہتمام اور خاص طور پر قیام اللیل کے ذریعے اپنے اعمال کے بارے میں سوچنا چاہیے۔

درسِ حدیث......شوکت اللہ شاکر

نمازِ عشاء کے بعد ملتزم رفیق شوکت اللہ شاکر نے ''جنت کا انکاری کون؟'' کے موضوع پر درسِ حدیث دیتے ہوئے کہا کہ انسان کے اندر اللہ نے محبت کا جذبہ رکھا ہے۔ وہ یا تو اللہ سے محبت کرتا ہے یا دنیا سے محبت کرتا ہے۔ انسان کو اللہ سے ہی محبت کرنی چاہیے۔ اس کا طریقہ اللہ نے قرآن میں یہ بتایا کہ اگر تم مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرے نبیؐ کا اتباع کرو۔ یعنی نبی اکرمؐ کے اسوہ پر عمل کرنے سے ہی انسان اللہ کی رضا حاصل کرسکتا ہے۔

درسِ قرآن......خورشید انجم

26 نومبر 2016ء بروز ہفتہ صبح نمازِ فجر کے بعد تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم تعلیم و تربیت خورشید انجم نے ''امت مسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل'' کے موضوع پر درسِ قرآن دیا۔ انھوں نے سورۃ آل عمران کی آیات (102 تا 104) کا درس دیتے ہوئے کہا کہ ان آیات میں امت مسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل دیا گیا ہے۔ پہلی چیز انسانوں کا ایسا گروہ ہو جو تقویٰ والوں پر مشتمل ہو۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ کے خوف سے برائیوں سے بچنے والے ہوں۔ دوسری چیز ایسے لوگوں کو منظم و متحد کیا جائے۔ اور متحد کرنے کے لیے سب سے بڑی شے قرآن مجید ہے جس کو احادیث میں حبل اللہ یعنی اللہ کی رسی کہا گیا۔ تیسری چیز ایسے لوگوں کا کام یہ ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں۔ فطرت اور حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے اور نبی اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ کی یہی شان تھی۔

دین کا ہمہ گیر تصور......حافظ عمیر انور

حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم دعوت حافظ عمیر انور نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت دنیا پر لبرل ازم اور سیکولرازم کے نظریات کی حامل تہذیب کا غلبہ ہے جوان کو مادر پدر آزادی کا درس دیتی ہے جو انسان اس آزادی کے تحت زندگی گزارتا ہے اسے عقل مند کہا جاتا ہے جب کہ جو اس کی مخالفت کرتا ہے اسے قدامت و بنیاد پرست کا لقب دیا جاتا ہے۔ مغرب کے اس آزادی کے تصور نے معاشرتی اور معاشی نظام میں انسان کو حیوان بنا دیا ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلام نے توحید عملی کا تصور پیش کیا ہے کہ انسان اللہ کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارے۔ اللہ نے ہمیں دین کا ہمہ گیر تصور دیا ہے۔ جس میں ایمانیات ثلاثہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام نے معاشرتی، معاشی اور سیاسی حوالے سے بندگی کی تعلیم دی ہے۔ اور معاشرے میں جائز راستے عطا کیے ہیں تاکہ ان پر عمل کر کے انسانی معاشرہ مستحکم ہو۔ معاشرے میں انسانی اجتماعیت کو منظم کرنا اللہ کا تقاضا ہے۔ ہمارے پاس دین کا ہمہ گیر تصور موجود ہے جس پر عمل کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔

دینی فرائض کا جامع تصور......چودھری رحمت اللہ بٹر

امیر محترم کے خصوصی مشیر چودھری رحمت اللہ بٹر نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ دنیا میں جب بھی حق کی دعوت اُٹھی ہے تو نتیجے میں تین گروہ پیدا ہوئے ہیں۔ ایک مومنین صادقین، دوسرا کافروں کا اور تیسرا منافقین کا۔ اللہ ہمارا رب اور آقا ہے۔ عہد الست میں اللہ نے تمام انسانی ارواح سے عہد لیا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب نے کہا تھا کہ تو ہی ہمارا رب ہے۔ انسان کی فطرت میں ہے کہ جو کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا مانتا ہے۔ اس کے در پر جاتا ہے۔ اللہ نے جتنی مخلوق پیدا کی ہے اتنے وسائل بھی پیدا کیے ہیں کیونکہ تمام مخلوق کا رازق وہی ہے۔ اللہ نے اسلامی ریاست کو پابند کیا ہے کہ وہ تمام بندوں کا خیال رکھے۔ اللہ کو ہم نے رب مانا ہے تو اس کے تقاضے ادا کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ ہمیں پوری زندگی اللہ کی بندگی کرنی چاہیے اور صرف عبادات تک محدود نہیں ہونا چاہیے۔ دوسرا تقاضا ہے کہ بھلائی کے کام کرو۔ کیونکہ جو دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے وہ اللہ کو بہت پسند ہے۔ تیسرا تقاضا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو کیونکہ تم اللہ کے پسندیدہ لوگ ہو۔ پوری انسانیت کے لیے شہادت علی الناس کا فریضہ اب ہم پر عائد ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو اللہ نے دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کریں۔ اجتماعیت کا تقاضا ہے کہ جماعتی زندگی اختیار کی جائے۔

اجتماعیت کی اہمیت اور اس کے تقاضے......خالد محمود عباسی

نائب ناظم اعلیٰ شمالی پاکستان خالد محمود عباسی نے کہا کہ انسان اجتماعیت پسند ہے۔ اس دنیا میں جب اللہ کی راہنمائی پہنچی تو اس وقت انسان کسی نہ کسی اجتماعیت کا حصہ تھا۔ ہر دور میں انسان کو اللہ کی بتائی ہوئی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنے میں مشکلات پیش آتی رہی ہیں کیونکہ کوئی نہ کوئی ابوجہل اور فرعون رکاوٹ بن جاتا تھا۔ اسلام نے اس اجتماعیت کو صحیح بنیادوں پر استوار کیا۔ اور رہبانیت کی جڑ سے لے کر چوٹی تک مخالفت کی۔ اسلام نے ہمیں اُمت وسط بنایا ہے۔ یہ حضور ﷺ کی تشکیل کردہ جماعت ہے۔ آج اُمت مسلمہ 58 ممالک میں منقسم ہے۔ اور ان سب کے حکمران محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔ اسی لیے آج دعوت انہیں دینے کی ضرورت ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے نام لیوا ہیں۔ لیکن ہماری اجتماعیت کی شان محمد رسول اللہ ﷺ کی اجتماعیت والی ہونی چاہیے۔ حضور ﷺ نے نظریاتی عصبیت (جو توحید پر مبنی ہے) کو فروغ دیا۔ ہمیں پہلے اپنے اندر نظریاتی عصبیت کو مضبوط کرنا چاہیے۔ پھر اس ظالم نظام کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر آپ کے دل میں اس کی آرزو نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ اس نظام کے ظلم کا انتظار کر رہے ہیں۔ تو اس کے لیے جنون پیدا کر کے کوشش کریں۔

ساڑھے دس سے لے کر ساڑھے گیارہ بجے تک چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد رفیق تنظیم شیخ سلیم نے کلام اقبال (ساقی نامہ) پیش کیا۔

پیغامِ اقبال: ابلیس کی مجلس شوریٰ کی روشنی میں......ڈاکٹر حافظ محمد مقصود

امیر مقامی تنظیم، مردان خیبر پختونخوا ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے پیغام اقبال کے سلسلے میں علامہ اقبال کی شہرہ آفاق نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' کا مطالعہ کروایا۔ انہوں نے کہا کہ دنیا میں پیش نظر کسی بھی کام کے لیے دو چیزیں ضروری ہوتی ہیں۔ ایک نصب العین اور دوسری اس کو حاصل کرنے کے لیے عشق اور دیوانگی کا جذبہ، اقبال کی اس نظم میں بھی حرکت اور حرارت کی تعلیم ہے۔ علامہ اقبال کے پاس اللہ و رسول کے ایمان کا تصور تھا۔ آپ کا نظریہ اسلام کے احیاء کا نظریہ تھا۔ ابلیس اپنے تمام مشیروں کی باتیں سننے کے بعد کہتا ہے کہ میں اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کو مٹی اور مادیت میں غرق ہوتا دیکھ رہا ہوں۔ البتہ مجھے خطرہ اُمت مسلمہ سے ہے کیونکہ یہ اُمت اگر کھڑی ہوگئی تو پھر ہماری خیر نہیں۔ حالانکہ مجھے پتا ہے کہ اس وقت اس اُمت کا اصل کعبہ دنیا ہے اور ان کے علماء میں بھی شعور نہیں ہے۔ چونکہ انسانی فطرت میں اللہ کے سامنے جھکنے کا داعیہ موجود ہے لہٰذا یہ فطری تقاضا انسانوں کو اسلام کی طرف لا رہا ہے۔ مجھے آئین پیغمبری سے خطرہ ہے کیونکہ یہ آئین عورت کی ناموس کی حفاظت اور مرد کو عزت دیتا ہے اور انسانی بادشاہی کو ختم کر کے خدا کی بادشاہی کا درس ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو رہبانیت کی تعلیم دو، اور غیر اسلامی تصوف کے ذریعے ان کو خانقاہی مزاج میں پختہ تر کردو۔

منہج انقلاب نبویؐ......انجینئر نعمان اختر

امیر تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی انجینئر نعمان اختر نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

کہ اُمت مسلمہ کے ہر فرد کے لیے دو چیزیں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ایک صحیح مقصد اور دوسرا اس کو حاصل کرنے کا صحیح طریقہ کار۔ ہمارے پاس اسلامی انقلاب کے لیے واحد ذریعہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ ہے۔ کیونکہ آپ کا انقلاب عظیم ترین انقلاب تھا۔آپؐ کے انقلاب سے زندگی کے ہر گوشے میں تبدیلی آئی۔جس کا اعتراف غیر مسلم مفکرین نے بھی کیا ہے۔اسلامی انقلاب کا اصل ہدف عدل اجتماعی ہوتا ہے۔لیکن اس میں اصل شے نظام کی تبدیلی ہوتی ہے نہ کہ صرف قوانین تبدیل ہوتے ہیں۔یعنی اسلامی انقلاب میں پہلے نظام تبدیل ہوتا ہے پھر اس کے ذریعے قوانین کا نفاذ ہوتا ہے۔اسلامی انقلاب میں نظریہ توحید ہے۔ حاکمیت صرف اللہ کی ہے اور روحانی تربیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

درس حدیث......محمد عرفان بٹ

نماز ظہر کے بعد ملتزم رفیق محمد عرفان بٹ نے ”نگران کی مسؤلیت“ کے موضوع پر درس حدیث دیتے ہوئے کہا کہ اس دنیا میں ہر شخص مسئول ہے۔ تنظیم کے رفقاء کو اس حدیث پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔اس کے لیے تنظیم نے گھریلو اسرہ کا پروگرام دیا ہے۔ ہفتے میں ایک دن ہر رفیق اپنے گھر کے افراد کے ساتھ اسرہ کے پروگرام کا اہتمام کرے۔ کیونکہ اللہ نے اسے اپنے گھر والوں کا نگران مقرر کیا ہے اور آخرت میں اس سے باز پرس ہوگی۔

درس حدیث......عادل یامین

نماز عصر کے بعد مقامی تنظیم چکلالہ کے ناظم تربیت عادل یامین نے ”انفاق اور فرشتوں کی دعا“ کے موضوع پر درس حدیث دیتے ہوئے کہا کہ انفاق کی دو بڑی مدات ہیں: ایک صدقہ و خیرات اور دوسری قرض حسنہ، صدقہ و خیرات کے ذریعے غریبوں، مسکینوں اور مسافروں کی مدد انفاق میں صرف مال کا خرچ نہیں بلکہ اپنا وقت، جسم و جان کی صلاحیتیں اللہ کے راستے میں لگانا بھی شامل ہے۔

حزب اللہ کے اوصاف......ڈاکٹر عبدالسمیع

نائب ناظم اعلیٰ وسطی پاکستان ڈاکٹر عبدالسمیع نے سورۃ الشوریٰ کی آیات کی روشنی میں اپنے موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ایمان کی اصل حقیقت ایمان بالرسالت ہے۔ کوئی شخص جتنا اللہ کو مانتا ہو لیکن جب تک وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں مانتا، وہ مومن نہیں ہے۔مغرب میں ایک خاص فتنہ اٹھا ہوا ہے جس کے ذریعے وہ حضور ﷺ کی شخصیت کو ہمارے دلوں سے نکال دینا چاہتے ہیں۔اقامت دین کی جدوجہد میں توکل کی بہت اہمیت ہے۔جب تک مجھے اللہ کی ذات پر کامل یقین نہیں ہوگا۔اس وقت تک میں اللہ کے راستے میں کام نہیں کر سکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے حق کی تبلیغ میں کبھی کوئی لچک نہیں دکھائی۔ جو اللہ کی طرف سے حکم تھا اس کو آپؐ دوسری چیزوں پر ترجیح دیتے تھے۔رسول اللہ ﷺ کی سیرت اس چیز کی گواہ ہے۔آپؐ کو راستہ میں کتنی مشکلات آئیں۔لیکن آپ حق پر ثابت قدم رہے کیونکہ آپؐ نے اللہ پر توکل کیا تھا۔ہم جو دعوت لے کر اٹھے ہیں اس کے کامیاب ہونے کا دور دور تک کوئی امکان نہیں ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ پر بھروسا کریں گے تو کامیابی ضرور ملے گی۔ہم اپنے رب کی پکار پر لبیک کہہ کر تنظیم میں شامل ہوئے ہیں۔ہماری تنظیم سمع و طاعت پر بہت زور دیتی ہے۔ہمیں چاہیے کہ نماز باجماعت ادا کریں اور ہر ساتھی کی رائے کا احترام کریں۔

درس حدیث......محمد نعمان اصغر

نماز مغرب کے بعد ملتزم رفیق محمد نعمان اصغر نے ”نیکی میں جلدی کرو“ کے موضوع پر درس حدیث دیا۔انہوں نے کہا کہ نیکی کرنے کے معاملے میں جلدی کرنی چاہیے لیکن انسانی رویہ ہمیشہ اس معاملے میں نیکی کو ٹالتا ہے۔صحابہ میں یہ جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ ہمارے سامنے دینی اعمال کی پوری فہرست موجود ہے لہٰذا اس معاملے میں ہمیں پیش قدمی کرنی چاہیے۔

بیعت مسنونہ

اس کے بعد بیعت مسنونہ کا اہتمام کیا گیا۔ نئے شامل ہونے والے رفقاء نے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔اس دوران پنڈال میں موجود تمام رفقاء نے بھی امیر محترم کے ساتھ بیعت کے الفاظ دہرائے۔

جدیدیت اور ہم......اویس پاشا قرنی

نائب ناظم تربیت حلقہ کراچی اویس پاشا قرنی نے کہا کہ جدیدیت کی تعریف ایسی ہے کہ آخر کار وہ اللہ کا انکار کرتی ہے۔تصور جدیدیت کو ہمارے ہاں لفظ جاہلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔قرآن کی رو سے جو رویہ قرآن وسنت کو نہ مانتا ہو وہ جاہلیت کا رویہ ہے۔آج کی مغربی تہذیب جاہلیت جدیدہ ہے۔ہمیں مغربی تہذیب کے معاملے میں بڑی حساسیت کی ضرورت ہے۔مغربی تہذیب دنیوی ترقی کا درس دیتی ہے آخرت سے اس کا کوئی سروکار نہیں۔اسی طرح مغرب میں آزادی کا مطلب ہے مادر پدر آزادی کہ انسان جو چاہے کرے۔ ہمارے ہاں اجتماعیت کو اہمیت حاصل ہے جبکہ مغرب میں انفرادیت بہت پسندیدہ شے ہے۔مغرب کی جمہوری سیاست کا اسلوب ایسا ہے کہ جس کی دلدل میں اکثر تحریکات چلی جاتی ہیں۔آج کل سوشل میڈیا کا بڑا زور ہے۔جس میں ہمارے دینی لوگ بھی شامل ہو گئے ہیں کہ اس سے دعوت کا کام بہت اچھا ہو رہا ہے۔حالانکہ اس میں ساری کی ساری اقدار وہی ہیں جو مغربی تہذیب کی ہیں۔ہمیں مغرب کی تہذیبی یلغار کو دینی نکتہ نظر سے دیکھنا چاہیے اور اپنے دین کو سامنے رکھ کر اس کی چیزوں پر عمل کرنا چاہیے۔

ویڈیو خطاب......بانی محترمؒ

عشاء کی نماز سے پہلے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا خطاب بعنوان ”اسلام کا نظام عدل اجتماعی“ ویڈیو پر دکھایا گیا۔ یہ خطاب ڈاکٹر صاحب نے 1989ء میں سالانہ محاضرات قرآنی کے پروگرام میں کیا تھا۔اس خطاب کا دورانیہ ڈیڑھ گھنٹے کا تھا۔

درس حدیث......نوید احمد عباسی

نماز عشاء کے بعد ملتزم رفیق نوید احمد عباسی نے ”اللہ کے لیے محبت پر بشارت“ کے موضوع پر درس حدیث دیا۔انہوں نے کہا کہ ہم یہاں اللہ کی خاطر ہی جمع ہوئے ہیں۔ایک دوسرے سے ملاقات کریں۔تعارف حاصل کریں۔اسی طرح جب ہم تنظیم کے پروگراموں میں لوگوں کو بلانے جاتے ہیں تو وہ بھی اللہ کی خاطر بلاتے ہیں۔آج ہمارے پاس مواقع ہیں کہ ہم اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔

درس قرآن......عبدالسلام عمر

27 نومبر 2016ء بروز اتوار صبح فجر کی نماز کے بعد ناظم تربیت حلقہ بلوچستان عبدالسلام عمر نے ”اعلیٰ ترین سودا“ کے موضوع پر درس قرآن دیا۔انہوں نے سورۃ التوبہ کی آیات 111،112 کا درس دیتے ہوئے کہا کہ ان آیات میں دو فریقوں کا سودا ہے۔ایک فریق اللہ ہے اور دوسرا فریق مومنین ہیں۔ اللہ نے ہمیں بہت عزت اور شرف بخشا ہے۔لہٰذا ہمیں اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کرنی ہے۔یعنی اللہ کے راستے میں جہاد و قتال کرنا ہے۔اس قتال کے لیے اہم ترین شرط اجتماعیت ہے۔یعنی ایک مضبوط اجتماعیت کے ذریعے اس نظام باطل کو تبدیل کرنا۔ان آیات میں بندہ مومن کی نو صفات بیان کی گئی ہیں۔اسلام اور ایمان کے بعد سب سے اعلیٰ صفت توبہ ہے اور یہ ایک مستقل عمل ہے۔اسی طرح عبادت کے بارے میں ہے کہ انسان کی جملہ مصروفیات پر عبادت حاوی ہونی چاہیے۔اللہ نے ہمیں اس دنیا کا نگہبان بنا کر بھیجا ہے۔مومنین کا اصل وصف یہی ہے کہ وہ اللہ کے امر کو قائم کرتے ہیں۔

ہم اور ہمارا گھر......شجاع الدین شیخ

نائب ناظم تعلیم و تربیت شجاع الدین شیخ نے کہا کہ ہمارا گھر ایک پوری ریاست ہے۔ جس طرح ریاست کے معاملات چلائے جاتے ہیں اسی طرح گھر کے معاملات بھی چلائیں جائیں گے۔ ہمارا گھر کے ساتھ اصل رشتہ ایمان کا ہے۔گھر کے سربراہ کی اصل ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچائے۔ ہمارا اصل سرمایہ ہمارے گھر والے ہیں۔

ہماری دعوت کے اولین مستحق وہی ہیں۔رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا......مرزا ایوب بیگ

ناظم نشرواشاعت ایوب بیگ مرزا نے حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ چین اس وقت ایک مضبوط طاقت بن کر سامنے آیا ہے اور پیوٹن نے روس کو بھی بہت مضبوط کیا ہے جس کی وجہ سے امریکہ کو اپنی سپر میسی بچانے کے لیے ایک بڑا چیلنج درپیش ہے۔ چین اور پاکستان کا سی پیک منصوبہ بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔اس سے پاکستان کی معاشی حالت بہت بہتر ہو جائے گی۔ بھارت نے اس منصوبے کو نقصان پہنچانے کے لیے چاہ بہار جیسے منصوبے بنائے لیکن گوادر کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ جنرل راحیل شریف نے دو کام کیے۔ایک کراچی کو پُرامن شہر بنایا اور سی پیک منصوبے کی حفاظت کی۔اس لحاظ سے وہ محافظ پاکستان کہلانے کے مستحق ہیں۔پاکستان کے اندرونی حالات میں اس وقت پانامہ لیکس اور نیوز لیکس موضوع بحث بنی ہوئی ہیں۔ نیوز لیکس کے معاملے میں حکومت نے ایک انکوائری کمیٹی قائم کی ہوئی ہے جبکہ پانامہ لیکس کا معاملہ سپریم کورٹ میں ہے۔لیکن ان دونوں لیکس کے حوالہ سے حکومت کا رویہ سنجیدہ نہیں ہے۔ بہر حال فیصلے کے بعد ہی پتا چلے گا کہ نیا سیاسی منظر نامہ کیا بنتا ہے۔اس موضوع ”سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا“ کو تنظیم اسلامی پر منطبق کر کے عرض کرتا ہوں کہ تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید کی انتھک محنت اور بھاگ دوڑ کے باوجود اور ناظم اعلیٰ کا اس جدوجہد میں اپنی صحت بھی جھونک دینے کے باوجود عام رفیق خاص طور پر مبتدی رفقاء کا معاملہ خاصا توجہ طلب ہے۔

ہمارے قدم آگے بڑھ رہے ہیں۔الحمدللہ......اظہر بختیار خلجی

ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی نے تنظیم اسلامی کی کارکردگی کا جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ الحمدللہ گزشتہ سالانہ اجتماع سے اس اجتماع تک تنظیم کی کارکردگی میں کافی بہتری آئی ہے۔ رفقاء کی تعداد دس ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔ان میں ملتزم 22 اور مبتدی 70 فیصد ہیں۔ملکی خارجی حالت خراب ہونے کی وجہ سے نئی شمولیت میں اضافہ ہوا ہے۔انفاق کی شرح میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ملتزم 78 فیصد جبکہ مبتدی رفقاء 31 فیصد تربیت کے مراحل سے گزر چکے ہیں لیکن ہمیں اپنے بارے میں زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔بس یہ اللہ کا فضل ہے۔ ہمارا نظم مثالی ہونا چاہیے۔اور ہمیں حقیقی مومن کا رویہ اپنانا چاہیے۔

اختتامی خطاب......امیر محترم

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے اختتامی خطاب میں تمام منتظمین اور مدرسین کا شکریہ ادا کیا۔انھوں نے کہا کہ سب سے پہلے ہمیں شکر اللہ تعالیٰ کا ادا کرنا ہے جس کی توفیق سے ہمارا یہ اجتماع پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اللہ نے بانی محترم کے ذریعے ہمیں دین کا ہمہ گیر تصور دیا۔اُنھیں قرآن پاک سے عشق تھا۔اُنہوں نے اپنی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں مسلمانوں کو یہ سمجھانے میں صرف کیں کہ قرآن پاک کتاب ہدایت ہے اور یہ زندہ کتاب ہے۔ہمیں اس کی حقیقی معنوں میں قدر کرنا ہوگی۔اُنھوں نے لوگوں کو براہ راست قرآن سے جوڑا۔علامہ اقبال کے افکار بھی یہی تھے۔علامہ کے ہاں اقامتِ دین کا تصور تو موجود تھا لیکن انھوں نے اس کو قائم کرنے کے لیے کوئی واضح طریقہ نہیں دیا۔لیکن بانی تنظیم نے منہج انقلاب نبویؐ کو سامنے رکھ کر ایک واضح طریقہ کار دیا۔اس طریقہ کو آج کل کی مذہبی جماعتیں بھی تسلیم کرتی ہیں کہ پاکستان کو مسائل سے نکالنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے یعنی پُرامن احتجاجی تحریک۔لیکن ان جماعتوں نے اس کے لیے کوئی عملی پیش رفت نہیں کی۔اسلامی انقلاب کے لیے چھ مراحل کی ضرورت ہوتی ہے۔ان میں سے پہلے تین مراحل ہیں: دعوت، تنظیم اور تربیت۔ان تین کو اگر ہم ایک لفظ میں بیان کریں تو وہ ہے صبر محض۔ اگلے جو تین مرحلے ہیں انھیں ہم اقدامی مرحلہ کا نام دے سکتے ہیں۔ہماری تنظیم اس وقت پہلے مرحلے میں ہے۔دور نبویؐ میں یہ مرحلہ مکی دور کا تھا۔ہمیں اس مرحلے کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔البتہ یہ کام مشکل ہے ہمیں اس کے لیے بڑی استقامت دکھانی پڑے گی۔ہمیں یہ شعور ہونا چاہیے کہ ہم انقلاب کے کس مرحلے میں ہیں۔ہمیں آخرت کی کامیابی کو مدنظر رکھتے ہوئے دین کے مشن کے عملی تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

سب سے پہلا کام دعوت کا ہے کیونکہ یہ اس کام کی بنیاد ہے۔اس قافلے کا آغاز ہی دعوت سے ہوا تھا۔اس کے نتیجے میں لوگ جمع ہوتے ہیں۔اس وقت سب سے اہم ذمہ داری دعوت کے کام کو آگے بڑھانا ہے۔ہر رفیق الاقرب فالاقرب کے تحت داعی بن جائے۔بانی محترمؒ اس معاملے میں پریشان تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم تنظیم میں لوگوں کو داعی نہیں بنا سکے۔ دوسرا کام تنظیم سازی کا ہے ہر رفیق نظم کی پابندی کو اپنے اُوپر لازم کرے۔تنظیم کے کام کو دنیا کے تمام کاموں پر ترجیح دے کیونکہ یہ ایک دینی ذمہ داری ہے۔تیسرا کام ہے تربیت اور تزکیہ۔ اس کام کے دو حصے ہیں،ایک تنظیمی سطح پر کرنے کے کام اور دوسرا انفرادی سطح پر کرنے کے کام۔ دین کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا یہ آپ نے خود کرنا ہے۔یعنی اپنے وجود پر دین کو قائم کرنا۔اگر ہم دعوت کا کام پوری دلجمعی کے ساتھ کریں گے اور نظم کی پابندی کریں گے تو اپنا تزکیہ خود بخود ہو جائے گا۔اگر ہم اقامت دین کے مشن کے عملی تقاضوں کو پورا کرتے رہے اور اس راستے میں ہماری جان بھی چلی گئی تو ہم شہید ہوں گے اور یہ ناکامی نہیں بلکہ بہت بڑی کامیابی ہے کیونکہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔

آخر میں امیر محترم نے تمام فوت شدگان کے لیے مغفرت اور بیماروں کی صحت کے لیے اجتماعی دعا کرائی۔دعا پر اس اجتماع کا اختتام ہوا۔

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم و حکم قرآنی کا ترجمان
سہ ماہی حکمت قرآن (لاہور)
تازہ شمارہ
اکتوبر تا دسمبر 2016ء
بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین ___ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہما اللہ
اس شمارے میں
پاکستان کی قدر کیجیے! ___ حافظ عاطف وحید
اصلاح نیت کی ضرورت اور اہمیت ___ پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
مِلاكُ التأويل (٧) ___ ابوجعفر احمد بن ابراہیم الغرناطی
ترجمۂ قرآن مجید، مع صرفی و نحوی تشریح ___ افادات حافظ احمد یارؒ
حُجیتِ حدیث اور انکارِ حدیث: ایک تجزیاتی مطالعہ ___ ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
”مذہبی تجربے کی علمی و نفسیاتی ساخت“ کا جائزہ ___ مدثر رشید
محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبان انگریزی
Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے
☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 60 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 240 روپے
مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

Reasons why the Palestinians want to sue Britain 99 years since the Balfour Declaration

<u>Written by</u>: Ramzy Baroud

Last July, the Palestinian Authority took the unexpected, although belated step of seeking Arab backing in suing Britain over the Balfour Declaration. That 'declaration' was the first ever explicit commitment made by Britain, and the West in general, to establish a Jewish homeland atop an existing Palestinian homeland.

It is too early to tell whether the Arab League would heed the Palestinian call, or if the PA would even follow through, especially considering that the latter has the habit of making too many proclamations backed by little or no action. However, it seems that the next year will witness a significant tug of war regarding the Balfour Declaration, the 100th anniversary of which will be commemorated on November 02, 2017.

But who is Balfour, what is the Balfour Declaration and why does all of this matter today?

Britain's Foreign Secretary from late 1916, Arthur James Balfour, had pledged Palestine to another people. That promise was made on November 02, 1917 on behalf of the British government in the form of a letter sent to the leader of the Jewish community in Britain, Walter Rothschild.

At the time, Britain was not even in control of Palestine, which was still part of the Ottoman Empire. Either way, Palestine was never Balfour's to so casually transfer to anyone else. His letter read: *"His Majesty's government view with favour the establishment in Palestine of a national home for the Jewish people, and will use their best endeavours to facilitate the achievement of this object, it being clearly understood that nothing shall be done which may prejudice the civil and religious rights of existing non-Jewish communities in Palestine, or the rights and political status enjoyed by Jews in any other country."* He concluded, *"I should be grateful if you would bring this declaration to the knowledge of the Zionist Federation."*

Balfour was hardly acting on his own. True, the Declaration bears his name, yet, in reality, he was a loyal agent of an Empire with massive geopolitical designs, not only concerning Palestine alone, but with Palestine as part of a larger Arab landscape. Only a year earlier, another sinister document was introduced, albeit secretly. It was endorsed by another top British diplomat, Mark Sykes and, on behalf of France, by François Georges-Picot. The Russians were informed of the agreement, as they too had received a piece of the Ottoman cake.

The document indicated that, once the Ottomans were soundly defeated, their territories, including Palestine, would be split among the prospective victorious parties.

The Sykes-Picot Agreement, also known as the 'Asia Minor Agreement', was signed in secret one hundred years ago, two years into World War I. It signified the brutal nature of colonial powers that rarely associated land and resources with people who lived upon or owned them. The centerpiece of the agreement was a map that was marked with straight lines by a China graph pencil. The map largely determined the fate of the Arabs, dividing them in accordance with various haphazard assumptions of tribal and sectarian lines.

The improvised map consisted not only of lines but also colours, along with language that attested to the fact that the two countries viewed the Arab region purely on materialistic terms, without paying the slightest attention to the possible repercussions of slicing up entire civilizations with

paying the slightest attention to the possible repercussions of slicing up entire civilizations with a multifarious history of co-operation and conflict. The Sykes-Picot negotiations were completed in March 1916 and, although official, was secretly signed on May 19, 1916. WWI concluded on November 11, 1918, after which the division of the Ottoman Empire began in earnest. British and French mandates were extended over divided Arab entities, while Palestine was granted to the Zionist movement a year later, when Balfour conveyed the British government's promise, sealing the fate of Palestinians to a life of perpetual war and turmoil.

Rarely was British-Western hypocrisy and complete disregard for the national aspiration of any other nation on full display as in the case of Palestine. Beginning with the first wave of Zionist Jewish migration to Palestine in 1882, European countries helped facilitate the movement of illegal settlers and resources, where the establishment of many colonies, large and small, was afoot. So when Balfour sent his letter to Rothschild, the idea of a Jewish homeland in Palestine was very much plausible.

Still, many supercilious promises were being made to the Arabs during the Great War years, as the Arab leadership sided with the British in their war against the Ottoman Empire. Arabs were promised instant independence, including that of the Palestinians. When the intentions of the British and their rapport with the Zionists became too apparent, Palestinians rebelled, marking a rebellion that has never ceased 99 years later, and highlighting the horrific consequences of British colonialism and the eventual complete Zionist takeover of Palestine which is still felt after all of these years.

Paltry attempts to pacify Palestinian anger were to no avail, especially after the League of Nations Council in July 1922 approved the terms of the British Mandate over Palestine – which was originally granted to Britain in April 1920 – without consulting the Palestinians at all. In fact, Palestinians would disappear from the British and international radar, only to reappear as negligible rioters, troublemakers, and obstacles to the joint British-Zionist colonial concoctions. Despite occasional assurances to the contrary, the British intention of ensuring the establishment of an exclusively Jewish state in Palestine was becoming clearer with time. The Balfour Declaration was not merely an aberration, but had, indeed, set the stage for the full-scale ethnic cleansing that followed, three decades later.

In fact, that history remains in constant replay: The Zionists claimed Palestine and renamed it 'Israel'; the British continue to support them, although never ceasing to pay lip-service to the Arabs; and the Palestinian people remain a nation that is geographically fragmented between refugee camps, in the diaspora, militarily occupied, or treated as second class citizens in a country upon which their ancestors dwelt since time immemorial. Although Balfour cannot be blamed for all the misfortunes that have befallen Palestinians since he communicated his brief, yet infamous letter, the notion that his 'promise' embodied – that of complete disregard of the aspirations and rights of the Palestinian Arab people – is handed along with the *very same letter* from one generation of British diplomats to the next, in the same way that Palestinian resistance to Zionist colonialism has and continues to spread across generations.

That injustice continues, thus the perpetuation of the conflict. What the British, the early Zionists, the Americans and subsequent Israeli governments failed to understand, and continue to ignore at their own peril, is that there can be no peace without justice and equality in Palestine; and that Palestinians will continue to resist, as long as the reasons that inspired their rebellion nearly a century ago, remain in place.

<u>Courtesy</u>: http://radianceweekly.in/

VOL : 25 Regd. C.P.L NO. 114 No.46
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore